محمد رسول الله

ماہنامہ
المرشد
لاہور

نومبر —— 1998

ماہنامہ

المرشد
لاہور

سی پی ایل نمبر 3

مدیر
چوہدری محمد اسلم

جلد نمبر 20 رجب 1419ھ بمطابق نومبر 1998ء شمارہ نمبر 4

اس شمارے میں

نمبر شمار	فہرست مضامین	تحریر	صفحہ نمبر
1	اداریہ	سرفراز حسین	3
2	صرف ایک دعا......... اور انقلاب؟	امیر محمد اکرم اعوان	4
3	لنگر مخدوم میں امیر محمد اکرم اعوان کا خطاب	رپورٹ محمد اسلم	10
4	حکیم سعید کی قیمت صرف 50 لاکھ روپے	محمد یوسف	12
5	سبز پرچم پہ قربان	حافظ محمد عتیق الرحمن	15
6	باغی	جاوید چودھری	19
7	فرقے، مسالک اور اسلام	امیر محمد اکرم اعوان	21
8	راولپنڈی کے جلسہ میں امیر محمد اکرم اعوان کا خطاب	رپورٹ محمد اسلم	29
9	نذرانہ عقیدت	مفتی محمد مصطفیٰ مقامی	30
10	شجرہ سلسلہ اویسیہ	خورشید احمد قاسمی (بھارت)	31
11	مسلمان عورت	طیبہ چیمہ	34
12	روکھی سوکھی اور میکڈونلڈ برگر	حکیم محمد سعید	38
13	جوہری صلاحیت، خطرہ ٹلا نہیں، قوم بیدار رہے	حمید گل	39
14	مجھے صاحب جنوں کر	امیر محمد اکرم اعوان	42
15	قاضی صاحب ہاتھ بڑھائیں	ہارون رشید	50
16	شک کے مارے ہوئے لوگو شریعت ایسے نافذ ہوگی	شکیل پراچہ	52
17	رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی	امیر محمد اکرم اعوان	56

رابطہ آفس:۔ کمرہ نمبر 8۔ سیکنڈ فلور، ریکس سٹی ستیانہ روڈ فیصل آباد۔ فون 732254 فیکس 727002

ناشر۔ پروفیسر حافظ عبدالرزاق   انتخاب جدید پریس لاہور۔ 6314365

پتہ۔ ماہنامہ المرشد، اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون 5180467

ماہنامہ المرشد کے

بانی:۔ حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست:۔ حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

نشرواشاعت:۔ چوہدری غلام سرور

ناظم اعلیٰ:۔ کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر:۔ چوہدری محمد اسلم

نائب مدیر:۔ محمد الطاف

سرکولیشن مینجر:۔ رانا جاوید احمد

بدل اشتراک

قیمت 15 روپے

	سالانہ	تاحیات
پاکستان	165 روپے	2500 روپے
غیر ملکی سری لنکا، بنگلہ دیش	400 روپے	4000 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	90 سعودی ریال	700 سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ	25 سٹرلنگ پونڈ	130 سٹرلنگ پونڈ
امریکہ	45 امریکن ڈالر	300 امریکن ڈالر
کینیڈا	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر

اداریہ

شریعت بل اور سینٹ کے ممبران کی ذمہ داری

حکومت کے بلند بانگ دعوؤں اور اب تک کے نمائشی اقدامات کے سبب (جن کی تفصیل کسی سے پوشیدہ نہیں ہے) ملک وملت کے خیر خواہ حکومت پر مسلسل بداعتمادی کا اظہار کرتے چلے آرہے ہیں اور شریعت بل کو بھی اسی تناظر میں دیکھتے ہیں۔ ان کے اپنے دلائل ہیں۔ ادھر حکومت کی اب تک کی کارکردگی کے پیش نظر وہ سمجھتے ہیں کہ حکومتی ٹیم میں یہ اہلیت ہی نہیں ہے کہ وہ "نفاذ اسلام" کر سکے۔

ان سب حقائق کے باوجود "نفاذ اسلام" کی مخالفت نہیں کی جاسکتی۔ بہت سی مذہبی جماعتوں نے حکومت کی مشروط حمایت کا اعلان بھی کیا ہے مگر ابھی کچھ جماعتیں اپنے ذہنی تحفظات رکھتی ہیں۔ ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ شریعت بل پاس ہونے سے نواز حکومت نہ تو ناقابل تسخیر ہو جائیگی اور نہ ان کی پہنچ سے دور اور جو اقدامات وہ اس حکومت کو چلتا کرنے کے لئے اس وقت کر سکتے ہیں وہ بعد میں بھی سرانجام دیئے جاسکتے ہیں لہٰذا ان سے استدعا ہے کہ وہ حکومت کی مخالفت میں شریعت بل کی مخالفت نہ کریں

اللہ کا لاکھ شکر ہے کہ قومی اسمبلی سے شریعت بل پاس ہو گیا ہے۔ اب یہ بل سینٹ میں پیش ہو گا۔ سینٹ کے ممبران کرام بھی مسلمان ہیں اور جن پارٹیوں سے وہ تعلق رکھتے ہیں ان کی قیادت بھی مسلمان ہے۔ لہٰذا اس بل کو متفقہ طور پر پاس کرانے کے لئے پارٹیوں کو اپنا مثبت کردار ادا کرنا چاہیئے۔ بل پاس ہونے کے بعد اگر حکومت نے اس ضمن میں قانون سازی نہ کی اور اس کے نفاذ میں "مکروفن" سے کام لیا تو "مکرو ومکراللہ" کے اصول کے تحت یہ ہمیشہ کے لئے نشان عبرت بن جائے گی اگر حکومت واقعی مخلص ہوئی تو نیکی اور بھلائی کے کاموں میں اللہ تعالیٰ نے تعاون کا حکم دیا ہے اس لئے شرح صدر کے ساتھ شریعت بل کی حمایت کی جانی چاہیئے۔

سرفراز حسین

صرف اک دعا .... اور انقلاب؟

خطاب مولانا محمد اکرم اعوان' دار العرفان منارہ (17-7-98)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم (الرعد-11)

دنیا عالم اسباب ہے اور اس مسبب الاسباب نے اپنی مرضی سے اپنی صنعت میں کچھ اصول کچھ طریقے کچھ قرینے مقرر فرما دیئے ہیں اور دنیا میں ان طریقوں' ان سلیقوں کی پابندی ازحد ضروری ہے۔ کوئی بھی شخص مالک الملک کے بنائے ہوئے اصولوں کو بدلنے کا مجاز نہیں بلکہ خود اپنی ذات کو ان اصولوں کے مطابق ڈھالنا پڑتا ہے اور وہ ایسا قادر حکیم اور ایسا بے نیاز ہے کہ اس نے اظہار قدرت کے لئے دنیا میں جو مختلف عجائبات ظاہر فرمائے ان میں بھی ترک سبب کو پسند نہیں فرمایا حالانکہ وہ اسباب کا پابند نہیں ہے' اسباب اس کے محتاج ہیں۔

مثلاً" عیسیٰ علیہ السلام کو والد کے بغیر پیدا فرما دیا یہ اس کی قدرت ہے عام توالد وتناسل کے قانون کے خلاف ہے لیکن اس میں بھی ترک سبب نہیں فرمایا۔ جبرائیل امین علیہ السلام کو حکم دیا کہ جا کر دم کر دو یعنی سبب ضرور رکھا ترک سبب خود اس نے پسند نہیں فرمایا۔ قانون پر اپنی قدرت کی بالادستی کا اظہار تو فرمایا کہ میں قادر ہوں' قانون میرے محتاج ہیں' میں کسی قانون کا محتاج نہیں لیکن عالم اسباب میں ترک سبب خود بھی پسند نہیں فرمایا پھر دوسرا کوئی ترک سبب کیا کرے گا۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی دعا نے معرکہ بدر میں مسلمانوں کو فتح سے اور کفار کو شکست سے دوچار کر دیا اور دنیائے انسانیت کا وہ عظیم معرکہ جو ایک بے مثال انقلاب کی بنیاد بنا اس میں مکے کے ایک ہزار چنے ہوئے شہسوار اور جنگ جو شامل تھے اور دوسری طرف تین سو تیرہ جاں نثار جن میں کچھ بوڑھے کچھ بچے' ہتھیار نہ ہونے کے برابر خوراک نہ ہونے کے برابر لباس تک پورا نہیں تھا۔ یہ تین سو تیرہ اس ایک ہزار کے لشکر جرار پر غالب آئے۔ ستر کفار کھیت رہے۔ ستر چوٹی کے کفار قید ہوئے۔ اس معرکتہ العرافتح کا باعث نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی وہ دعا تھی جو آپ ﷺ نے میدان بدر میں فرمائی۔ بدر میں میدان کارزار سے ایک طرف ایک چھوٹے سے ریت کے ٹیلے پر گھاس پھونس کی ایک جھونپڑی بنا دی گئی تھی یہ کمانڈ پوسٹ تھی جس میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے صفیں بنوا کر پورا طریقہ جنگ سمجھا کر عریش بدر میں تشریف لے جا کر دعا فرمائی۔ اب اگر فتح کا سبب دعا ہی تھی تو حضور ﷺ مدینہ منورہ میں فرما دیتے۔ لیکن عالم اسباب میں آپ ﷺ نے ترک سبب نہیں فرمایا۔ جو زرہیں جو تلواریں' جو اسلحہ' جو گھوڑے' جو اونٹ' جتنی غذا' جتنے سپاہی میسر آئے میدان کارزار میں صف آرا کر کے یعنی جو اسباب مہیا تھے وہ حاضر کر کے دعا فرمائی لہٰذا دعا کا طریقہ بھی یہی ہے کہ اسباب و وسائل جو اپنے اختیار میں ہوں وہ اختیار کئے جائیں اور دعا کی جائے۔

اب ہم ایسی منزل پر آ گئے ہیں جہاں پھر سے ہمیں خالصتاً" پورے خشوع وخضوع کے ساتھ' پورے درد دل کے ساتھ اور پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ برکات نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے حصول کی ضرورت ہے ہم بحیثیت مسلمان' مسلمانوں سے ہی ظلم کو روکنے کی بات کرتے ہیں جب کہ ہم مکلف ہیں اللہ کی زمین پر ظلم روکنے کے۔ مسلمان قوم مکلف ہے کہ کسی غیر مسلم پر بھی ظلم نہ ہو۔ ناانصافی کسی کے ساتھ نہ ہو۔ کسی کی جان ومال وآبرو ضائع نہ ہو۔ کوئی کسی پر زیادتی نہ کر سکے۔ چہ جائیکہ ہم عالم اسلام کی بات کریں اور عالم اسلام تو بہت دور تک پھیلا ہوا ہے پہلے ہم صرف اپنے گھر کی بات کریں' اپنے ملک کی بات کریں' اپنے شہروں کی بات کریں تو یوں سمجھ آتی ہے کہ کسی

کی جان، مال، آبرو کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ سولہ سولہ سترہ سترہ جنازے ہر شہر میں روز اٹھتے ہیں گھر جلتے ہیں عزتیں لٹتی ہیں بے گناہ لوگ قتل کئے جاتے ہیں پھر بھی کوئی دل نہیں دکھتا۔ کوئی آنکھ آنسو نہیں ٹپکاتی۔ شاید کوئی فکر ہی نہیں کرتا۔ کوئی سوچتا ہی نہیں۔ کوئی محسوس ہی نہیں کرتا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہے، اکثریت مسلمانوں کی ہے، حکمران بھی مسلمان ہیں، جو لوگ ظلم کر رہے ہیں وہ تو اس ظلم کے ذمہ دار ہیں ہی لیکن ہمارے حکمرانوں کا طریقہ یہ ہے کہ یہ ظالموں کے ساتھ مذاکرات کرتے ہیں ظالموں کو ساتھ ملا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ ظلم سے نہیں روکتے اور مظلوموں کو صرف اور صرف تسلی دیتے ہیں اس کے علاوہ ان کے پاس اور کچھ نہیں۔

اس کا سبب ہر وہ مسلمان ہے جس کو اپنے درد مند ہونے کا دعوی ہے۔ ہر وہ مسلمان جو سمجھتا ہے کہ وہ معاملات میں، ایمانیات میں اللہ کے ساتھ کھرا ہے، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھرا ہے، دین کے ساتھ مخلص ہے وہ ذمہ دار ہے اس صورت حال کا کہ وہ حکمرانوں کو روکنے کا سبب بھی نہیں بنا، وہ قاتلوں کو قتل سے باز رکھنے کا سبب نہیں بنا، وہ ڈاکوؤں کو ڈاکہ ڈالنے سے روک نہیں سکا۔ وہ کسی کی جان، مال، آبرو کے تحفظ کا اہتمام نہیں کر سکتا تو پھر کون سا درد رکھتا ہے اور کس کے لئے درد رکھتا ہے۔ اگر ہم یہ سمجھیں کہ ہم ساری صورت حال کے لئے خلوص دل سے دعا کرتے ہیں تو ہماری یہ دعا کا قاعدہ غلط ہے۔ دعا کا سلیقہ وہی ہے جو میں نے عرض کیا، جو سنت نبوی ﷺ سے ثابت ہے کہ بدر میں صف آرا ہو کر دعا فرمائی آپ ﷺ نے۔ اپنے خدام کو میدان میں اتار کر دعا فرمائی۔ ہم بھی اپنے اسباب وسائل اور کوشش بروئے کار لا کر دعا کریں پھر تو دعا کی بھی بات ہوئی۔

میں پرسوں دیکھ رہا تھا ہسپانیہ جہاں کم وبیش سات آٹھ سو سال مسلمانوں نے حکومت کی، ان کی رہائش گاہیں، محلات اور قلعے اس عہد کی علمی معراج کی خبر دیتے ہیں۔ اشراق کے وقت سورج جب غرناطہ میں بنائے ہوئے قصر الحمراء پہ آتا ہے تو اس وقت عمارت کی مختلف بلڈنگز کو اگر ایک جگہ پر کھڑے ہو کر دیکھا جائے تو روشنی کے ساتوں رنگ الگ الگ دکھائی دیتے ہیں حالانکہ کسی عمارت پر کوئی رنگ نہیں ہے یعنی جیومیٹری کے حساب سے اس کی دیواروں اور چھتوں کے زاویے ایسے بنائے گئے ہیں کہ ایک وقت پر آ کر جب سورج کی کرنیں ان پر پڑتی ہیں تو ہر چھت اور ہر دیوار کا ایک الگ رنگ دکھائی دیتا ہے اور یوں یہ سورج کی روشنی کے سات رنگ الگ الگ نکال کر دکھا دیتی ہیں۔ میرے خیال میں یہ جیومیٹری کے علوم کی معراج ہے۔ جرات نہیں ہوتی تھی عیسائیوں کو سلطنت کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی۔ پھر وہ نااہلوں کے ہتھے چڑھی علماء مناظروں اور مباحثوں میں مصروف ہو گئے امراء عیش پرستی میں مصروف ہو گئے اور عام آدمی ظلم کی چکی میں پستا رہا اور کیسی عجیب بات ہے کہ آج پورے ہسپانیہ میں ایک کلمہ گو نظر نہیں آتا۔ اور عام سے کافر لڑکے، لڑکیاں، لونڈے، لونڈیاں، بدکار فاسق وفاجر شراب کی بوتلیں اٹھائے نیکریں پہنے ننگ دھڑنگ سیاحت کر رہے ہیں ان محلات کی جہاں سے ہوا بھی گزرتے ہوئے لرزا کرتی تھی۔ جہاں کوئی پرندہ اڑ کر نہیں جاتا تھا جہاں سے ہوا بھی احترام سے گزرتی تھی۔ آج کافروں کے لونڈے لونڈیاں اس کی سیاحت کر رہے ہیں اور سیر گاہ بنائی ہوئی ہے۔

روئے زمین پر جدھر دیکھ لو جو کچھ سربوں نے کیا، بوسنیا میں جو کچھ ہوا، سیتان میں جو کچھ ہوا، جو کچھ کشمیر میں ہوا اور جو کچھ ان سب مقامات پر ہو رہا ہے، جو کچھ افغانستان میں ہوا جو کچھ فلسطین میں ہو رہا ہے یہ سب اتنا دردناک ہے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اس کے باوجود مسلمان حکومتیں، مسلمان حکمران اپنی موج میں مصروف ہیں اپنی عیش کوشی میں مصروف ہیں آج اگر دنیائے سیاست میں مسلمانوں کا کوئی ملک حامی یا ناصر یا ان کا معاون یا ان کے لئے فکر کر سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف پاکستان ہے۔ تمام اسلامی ریاستوں میں صرف پاکستان ایک ایسی ریاست ہے جو اگر آج بھی اپنے پیروں پہ کھڑا ہو جائے تو آج بھی دنیائے کفر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ سکتا ہے کہ خبردار! دنیا میں کہیں ظلم ہوا تو اس کا جواب دیا جائے گا اور یہ جواب دے سکتا ہے۔ لیکن ہماری بدقسمتی کہ یہاں کے حکمران نہ صرف عیاش ہیں بلکہ بزدل بھی ہیں اور کمینے بھی۔ جو حکمران

ہسپانیہ کو ضائع کرنے کا سبب بنے' جو حکمران برصغیر کی اسلامی ریاست کو ضائع کرنے کا سبب بنے وہ بھی عیاش تھے لیکن عجیب بات ہے عیاش تھے بزدل نہیں تھے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے ان میں سے کسی کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لو' ہسپانیہ کا آخری تاجدار جو وہاں سے نکل آیا تھا اس نے جن جنگوں میں حصہ لیا اس کی تاریخ دیکھو تو اس اکیلے نے صفوں کی صفیں الٹ دیں لیکن یہ بدقسمتی مسلمانوں کی اور اس کی بھی کہ پھر عیش و عشرت میں ڈوب گیا۔ عیاش تھے لیکن جرات مند تھے' دلیر تھے۔ آج کے حکمران عیاش بھی ہیں' بزدل بھی ہیں اور کمینے بھی ہیں۔ بزدل میں انہیں اس لئے کہتا ہوں کہ یہ اللہ سے نہیں ڈرتے لیکن امریکہ سے ڈرتے ہیں اور کوئی اف تک نہیں کرنا چاہتا امریکہ سے پوچھے بغیر........

سابق صدر' جناب فاروق لغاری صاحب' نئی جماعت بنا رہے ہیں اور اس کی تاسیس کے لئے اجازت لینے امریکہ گئے ہوئے ہیں۔ موجودہ حکمران ٹولہ........ اللہ نے انہیں توفیق دی اور پبلک کے اصرار اور لوگوں کے دباؤ نے ان سے ایٹمی دھماکہ کروا دیا۔ اس میں ان کا کمال نہیں۔ ان کا کمال صرف دھماکہ کرنے کا ہے۔ ایٹم بم بھی ان سے پہلے بنا ہوا تھا اور جہاں دھماکہ ہوا وہ جگہیں بھی ان سے پہلے بنی ہوئی تھیں۔ ساڑھے آٹھ سو کلو میٹر پہاڑی چٹانوں کو کاٹ کر سرنگیں بنائی گئی تھیں۔ وہ کیا انہوں نے دو ہفتوں میں بنا لیں؟ وہ سارا کچھ انہیں بنا بنایا مل گیا لیکن الحمدللہ کہ اللہ نے اس ملک کو یہ شرف بخشا کہ دنیا میں ایٹمی دھماکہ کر کے اس نے اپنے ایٹمی طاقت ہونے کا ثبوت پیش کر دیا۔ اب یہ ایک ایسی قوت ہے کہ امریکہ کیا' ساری دنیائے کفر اس سے لرزاں و ترساں ہے۔ اسرائیل الگ چیخ رہا ہے' ہندوستان کی زبان میں نرمی آگئی' امریکہ اپنے تعلقات بہتر بنانے کی فکر میں پھرتا ہے لیکن یہ تب تک ہے کہ جب تک یہ ملک اور اس ملک کے حکمران اپنے پیروں پر کھڑے رہیں۔ اس کی اہمیت بھی تب ہے کہ اگر یہ حکمران اپنے پیروں پر کھڑے رہیں۔ اب ان کی مجبوری کا یہ عالم ہے کہ یہ کہتے ہیں ملک میں ملک چلانے کے لئے پیسہ نہیں ہے۔ اب ہم وہ پیسہ ورلڈ بنک سے یا آئی ایم ایف سے ادھار لینا چاہتے ہیں اور وہ ہمیں ادھار دے نہیں رہے اگر ادھار نہیں دیتے تو ملک نہیں چل سکتا۔

پاکستان میں ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ یعنی دفاع کے تحفظ کے لئے سرٹیفکیٹ کی ایک سکیم جاری ہے جس پر شرح سود بیس فیصد مقرر ہے اب وہ جتنی رقم بھی ہے اس میں سے تقریباً" ننانوے فیصد رقم اپوزیشن اور حکومت کے بڑے بڑے لوگوں کی ہے۔ انہوں نے سرٹیفکیٹ لے لئے ہیں رقم محفوظ ہے اور بیس بیس فیصد سالانہ کے حساب سے سود لے رہے ہیں اور دو سو کروڑ روپیہ سالانہ سود بنتا ہے جو ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ پہ حکومت دے رہی ہے۔ کسی بھی سال کبھی بھی ورلڈ بنک یا آئی ایم ایف نے دو سو کروڑ کی امداد انہیں نہیں دی۔ حکومت نے عام آدمیوں سے کہا! جی آپ غیر ملکی کرنسی میں اکاؤنٹ رکھ سکتے ہیں۔ لوگوں نے اکاؤنٹ کھول لئے۔ اب بغیر کسی وجہ کے حکومت نے کہا جی ہم نے آپ کے سارے فارن اکاؤنٹس ضبط کر لئے۔ اچھا وہ اکاؤنٹ جو غیر ملکی کرنسی میں تھے جو کوئی گیارہ ارب روپیہ بنتا تھا وہ تو تم نے قابو کر لیا لیکن جو دو سو کروڑ سالانہ سود دے رہے ہو وہ بند کیوں نہیں کرتے؟ اس لئے کہ وہ پیسے عام لوگوں کے تھے حکمرانوں کے نہیں تھے اور یہ سود لینے والوں میں اپوزیشن اور حکومت کے بڑے بڑے لوگ شامل ہیں۔ صرف اس ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ پہ سود دینا اگر آج بند کر دیا جائے تو کسی آئی ایم ایف یا کسی ورلڈ بنک سے قرضے لینے کی ضرورت ہی نہ رہے۔

اپوزیشن اور حکومت کے ملے جلے ایک سو پچاس آدمیوں کے ایک سو بیالیس ارب ڈالر باہر جمع ہیں ایک سو بیالیس ارب ڈالر سے مراد یہ ہے کہ ایک سو بیالیس ارب کو آپ ساٹھ سے ضرب دے لیجئے تو روپے بن جائیں گے۔ چودہ کروڑ لوگ مر رہے ہیں۔ ملک کی معیشت ڈوب رہی ہے اور ڈیڑھ سو بندہ اتنی دولت رکھ کر بیٹھا ہے اور وہ ساری لوٹ مار کی دولت ہے۔ اب اس کو جانے دیجئے جو قرضہ اتفاق فونڈری کے پاس ہے ملک کا۔ جب ملک ڈوب رہا ہے تو اتفاق فونڈری اس کا قرضہ کیوں نہیں واپس کر دیتی۔ وزیر اعظم صاحب ادھار واپس کیوں نہیں کر دیتے۔ اگر صرف میاں نواز شریف صاحب نے جو ادھار لے رکھا ہے وہ واپس کر دیں تو ملک کی معیشت بحال ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جتنے کارخانے ملک میں لگے ہوئے ہیں

وہ سارے قومی خزانے سے پیسے لیکر لگائے گئے ہیں۔ اگر یہ لوگ وہ پیسہ قومی خزانے کو لوٹا دیں تو کتنا بنتا ہے۔ اور پھر عجیب بات ہے اس ایک سال میں میری اطلاع کے مطابق میاں فیملی کے چہیتوں کے پچیس سو کروڑ کے قرضے معاف کئے گئے عجیب بات ہے ملک مر رہا ہے ملک ڈوب رہا ہے کوئی قرض نہیں دیتا جنہوں نے ملک سے قرضہ لیا ہے انہیں معاف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اب آج کے اخباروں کے مطابق حکومت سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کا سوچ رہی ہے۔ سی ٹی بی ٹی کیا ہے؟ سی ٹی بی ٹی یہ ہے کہ امریکہ نے (اصل تو امریکہ ہی ہے باقی برائے نام ہیں) کچھ ملکوں کی ایک تنظیم بنائی ہے جس کو سی ٹی بی ٹی معاہدہ پر دستخط کرنے والے ہر ملک پر یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ اگر اس تنظیم کو شبہ ہو کہ کوئی ملک اس معاہدے کی خلاف ورزی کر کے ایٹمی تیاری کر رہا ہے یا ایٹمی ہتھیار بنا رہا ہے تو بجائے اس سے تفتیش کرنے کے وہ اپنی فوج اس ملک میں اتار دے۔ ان حکمرانوں سے پوچھو...... یہ رقمیں جو قرضے کے نام پر خود دبائے بیٹھے ہیں وہ واپس کیوں نہیں کرنا چاہتے اور اتنا ذلت آمیز معاہدہ کرنے پہ کیوں تیار ہیں کہ جہاں آپ نے اجازت دے دی کہ کوئی غیر ملکی طاقت وہ امریکہ ہو یا کوئی ہو وہ آپ کے ملک میں فوجیں اتار سکتا ہے تو ملک آپ کا تو نہ رہا۔ آپ خلاف ورزی کریں، نہ کریں وہ کہیں گے تم قصور کر رہے ہو، پھر؟ آج کی اخباری خبر یہ تھی کہ وزیراعظم چین اس لئے گئے ہیں کہ چین سے ضمانت لی جائے کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کے بعد امریکہ ہم پر کوئی زیادتی نہیں کرے گا۔

حضرات! ہمارے ملک کے حکمران نہ ملک سے وفادار ہیں نہ قوم سے۔ ہمارے ملک کی اپوزیشن نہ ملک سے کوئی وفا رکھتی ہے، نہ قوم سے، نہ مذہب سے۔ ہمارے ملک کا عام شہری خود کو الگ تھلگ سمجھتا ہے کہ یہ میرا مسئلہ ہی نہیں ہے۔ ملک میں ایک بہت بڑی تعداد نیک لوگوں کی ہے جو واقعی نیک ہیں وہ سمجھتے ہیں دعا سے ہی کام ہو جائے گا اس سے زیادہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور علماء کو وہ طبقہ جو دینی سیاسی جماعتیں بنائے پھر رہا ہے، اللہ کرے یہ غلط ہو لیکن میری سمجھ کے مطابق اس برائی کو روکنے میں وہ بھی مخلص نہیں ہیں۔ ان کی اپنی مجبوری ہے۔ دینی سیاسی جماعتیں بنی تو تھیں اسلامی انقلاب لانے کے لئے لیکن اب یہ ان کی ذاتی ضرورت بن گئی ہیں کہ اگر اسلام نافذ ہو گیا تو ان کی ذاتی ضروریات، ان کی جماعتوں کی ضروریات، ان کے دفاتر کی ضروریات کیسے پوری ہوں گی۔ ایسی صورت میں انہیں کون چندے دے گا۔ لہٰذا اگر انھوں نے اپنی چودھراہٹ قائم رکھنی ہے تو پھر اسی حال میں قائم رہے گی کہ وہ نفاذ اسلام کا مطالبہ کرتے رہیں اور لوگ حکومت کرتے رہیں اور ان کا گزارا چلتا رہے۔ وہ تین طرف سے مفاد لیتے ہیں حکمرانوں سے بھی لے لیتے ہیں، باہر کے ممالک سے بھی اور عوام سے بھی لیتے ہیں۔ ان کے تہرے مزے بنے ہوئے ہیں اس لئے وہ بھی مخلص نہیں۔

ہم یہ سمجھتے تھے اللہ ہمیں معاف کرے کہ ہم اس سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں اپنی اصلاح نفس کے لئے آئے ہیں اپنے دل کے حالات کو سدھارنے کے لئے اپنی سوچوں کو بدلنے کے لئے اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ اور اللہ کے دین کے ساتھ خلوص کے حصول کے لئے ہم اس سلسلہ تصوف میں داخل ہوئے صفائے قلب کے لئے، صفائے باطن کے لئے، ہمارا کام اللہ اللہ کرنا، اللہ اللہ کرانا، لوگوں میں طلب الٰہی، عشق رسول ﷺ پیدا کرنا ہے۔ لیکن جب سارے ادارے اپنی ذمہ داریوں سے منہ موڑ جائیں تو یہ آخری ادارہ ہوتا ہے اللہ والوں کا اور صوفیوں کا۔ جس کی وجہ سے ہمیں یہ کام اپنے گلے لگانا پڑا۔

آج بھی ملک میں ہماری تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ ہم باقی سیاسی جماعتوں اور دینی سیاسی جماعتوں سے بھی کم ہیں۔ ہمارے پاس وسائل واسباب بھی نہیں ہیں۔ دنیوی ذرائع ہمارے پاس نہ ہونے کے برابر ہیں لیکن ہمارے پاس ایک بہت بڑی بات یہ ہے کہ ہمارا رشتہ آج بھی بارگاہ نبوت ﷺ سے ہے۔ اور یہ بات لائق فخر ہے الحمد للہ اس پہ جتنا فخر کیا جائے، جتنا اللہ کریم کا شکر کیا جائے، اللہ کے اس احسان عظیم کو جتنا بیان کیا جائے کم ہے۔ ہم چھپاتے نہیں ہیں۔ ہم بیان کرتے ہیں۔ یہ کوئی چھپانے والی بات ہے؟ اس پر تو فخر کیا جانا چاہئے، ناز کیا جانا چاہئے، اس پر تو اللہ کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

اور آپ نے میری آج تک کی تقریریں سنی ہوں گی، میں کبھی

بھی حالات سے، حکومت سے، حکمرانوں سے، کسی بات سے کبھی نہیں گھبرایا اور ہمیشہ ہر موقع پر یہ کہتا رہا ہوں کہ انقلاب آرہا ہے۔ اور اسے کوئی نہیں روک سکے گا انشاء اللہ اور مجھے آج بھی سو فیصد یقین ہے کہ انقلاب آرہا ہے انقلاب آئے گا ملک قائم رہے گا اور اس پر اسلام نافذ ہو گا لیکن آج میری بات میں وہ طاقت یا وہ گھن گرج نہیں ہے جو اس کا خاصہ ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ میں بیمار ہوں۔ الحمد للہ ہماری قیادت وسیادت آج بھی بارگاہ رسالت ﷺ کے دست مبارک میں ہے، مشائخ عظام کے دست مبارک میں ہے اس کی وجہ یہ ہے اور مجھے بہت دکھ ہوا جب رات مجھے یہ بات پہنچائی گئی۔ جب مجھے اس بات کا علم ہوا کہ الاخوان اور سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے امراء اور مجازین میں کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں حضور ﷺ پسند نہیں فرما رہے۔ یعنی اگر صرف الاخوان کے امراء کی بات ہوتی تو مجھے دکھ ضرور ہوتا لیکن اتنا نہ ہوتا جتنا مجازین سلسلہ کا نام ساتھ آنے کی وجہ سے ہوا۔ خدا کے لئے اپنے آپ پر رحم کرو، اس قوم پر، اس ملک پر رحم کرو، آنے والی نسلوں پر رحم کرو۔ اگر تم لوگوں نے بھی خلوص کھو دیا تو پھر خلوص کہاں بچے گا۔ اللہ محتاج نہیں ہے تم نہیں رہو گے ہم نہیں رہیں گے تو کسی اور کو توفیق دے دے گا انقلاب بپا ہو گا اور یہاں اسلام نافذ ہو گا انشاء اللہ۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت مبارکہ دنیاوی زندگی میں بھی یہ تھی کہ کسی آدمی کو نامزد نہیں فرماتے تھے کہ تو نے یہ غلطی کی ہے۔ بلکہ عام خطاب فرمایا کرتے تھے کہ لوگ اس طرح کی غلطیاں کر رہے ہیں اور انہیں نہیں کرنا چاہئیں تو جس کا قصور ہوتا وہ سنبھل جاتا تھا۔ یہ بات بھی حضور ﷺ نے اس انداز میں ارشاد فرمائی کہ حیرت ہے تمہارے زیادہ قریبی اور معتمد ساتھی جن میں سے تم نے کسی کو صاحب مجاز اور امراء بنا دیا وہ اللہ کی رضا کی بجائے اپنی انا کی تسکین کے لئے بھاگ رہے ہیں۔ وہ خود کو کچھ سمجھ بیٹھے ہیں۔ مجھے پتہ ہے کہ آج کا اجلاس نمائندہ اجلاس نہیں ہے۔ نہ سارے ساتھی آئے ہوئے ہیں لیکن مجھ میں یہ جرات نہیں ہے کہ بارگاہ نبوت ﷺ کی بات ہو اور میں اسے کئی دن تک روک کر رکھوں۔ رات کو ارشاد ہوا میں آپ کو بتا رہا ہوں اور میں بر سر منبر بتا رہا ہوں تاکہ ہر صاحب مجاز اور امراء تک بات جائے۔ اور میں آپ سے یہ بھی کہہ دوں کہ ایسا کرنے والے سے مناصب سلب ہو جائیں گے، مقامات چھن جائیں گے، اس کی اپنی حیثیت نہ ہونے کے برابر رہ جائے گی۔ اللہ کسی دوسرے کو اس کی جگہ کھڑا کر دے گا۔ اس لئے بہتر ہے کہ جن دوستوں کے دلوں میں کجی آرہی ہے یا جن کے دلوں میں یہ کبر و نخوت آرہی ہے یا جو اپنے مفادات کو درمیان میں لا رہے ہیں یا جنہوں نے اپنے آپ کو کچھ سمجھنا شروع کر دیا ہے، خدا کے لئے توبہ کریں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ ان حکمرانوں کو توفیق نہ دے کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کریں اگر ایسا ہوا تو پورے ملک میں تحریک چلا دیں گے انشاء اللہ اور سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کی حکومت کو اجازت نہیں دیں گے لیکن ان لوگوں کا کوئی پتہ نہیں یہ دستخط کر چکے ہوں اور اب بتا رہے ہوں کہ ہم کرنے والے ہیں یہ CWC پر کر چکے تھے تو کہتے تھے کریں گے حالانکہ کر چکے تھے اگر یہ خدانخواستہ کر بھی دیں تو ان کے دستخطوں کی ذمہ دار وہ حکومت ہو گی جو ان کی وارث ہو گی ان کی طرح الیکشن جیت کر آئے گی لیکن انقلاب والے الیکشن کے راستے سے نہیں آتے۔ انقلاب جہاد کے راستے سے آتا ہے اور جو بنوک شمشیر آتا ہے وہ کسی کے معاہدوں کا پابند نہیں ہوا کرتا۔ یہ بات امریکہ بہادر کو بھی سمجھ لینی چاہئے کہ وہ ایک نہیں دس دستخط کرا لے ان سے۔ اس ملک میں انشاء اللہ اسلامی قوت انقلاب سے آئے گی جہاد کے راستے سے آئے گی بنوک شمشیر آئے گی اور مجاہدین کا لشکر کسی بزدل کے دستخطوں کا پابند نہیں ہو گا۔ کسی کمینے کی کمینگی کا پابند نہیں ہو گا۔ کسی بے غیرت حکمران کی بے غیرتی کا ذمہ دار نہیں ہو گا۔ اسلامی حکومت آئے گی تو دنیا میں اگر کسی طاقت نے کسی مسلمان بچے کے کان بھی مروڑے تو شاید مسلمان وہاں ایٹمی اسلحہ استعمال کریں کفر کی طاقت کو توڑنے کے لئے۔ اگر کوئی قوت اللہ نے دی ہے تو وہ ظلم کے خلاف روئے زمین پر استعمال کی جائے گی۔ پھر اسرائیل بھی اسرائیل میں بیٹھ کر آرام سے دنیا پر فساد نہیں پھیلا سکے گا اور امریکہ بھی خود کو سپر طاقت نہیں منوا سکے گا۔ اسے ماننا پڑے گا کہ سپر پاور صرف اللہ ہے اور یہ صرف اسی کو سزاوار ہے اللہ اکبر۔ اکبر صرف وہ

ہے کوئی دوسرا نہیں اور یہ انشاء اللہ ہو گا۔

خواہ میں اٹھ جاؤں دنیا سے یا خدانخواستہ میں جماعت کو چھوڑ دوں تو بھی اللہ کا نظام نہیں رکے گا۔ کسی اور کو توفیق دے دے گا اس لئے میں بات ان دوستوں سے کرنا چاہتا ہوں جن کی وجہ سے میری بھی جواب طلبی ہوئی کہ کیسے لوگوں کو آگے لا رہے ہو؟ کیسے لوگوں کو امیر بنا دیتے ہو؟ کیسے لوگوں کو صاحب مجاز بنا دیتے ہو؟ مجھے اس بات کا بہت دکھ ہوا۔ میں دعا بھی کرتا ہوں کہ اللہ ہم سب کی اصلاح کرے، ہم سب کو اپنی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور میں نہایت درد دل سے ان احباب سے درخواست بھی کرتا ہوں کہ خدا کے لئے، خدا کے لئے آپ کو اللہ توفیق دے رہا ہے، موقع دے رہا ہے، جہاد کا وقت آ رہا ہے، تبدیلی کا وقت آ رہا ہے، انقلاب کا وقت آ رہا ہے، ہم بدر و احد کے راستے پر ہیں، چند گھڑیوں کا فاصلہ ہے یا چند دنوں کا فاصلہ ہے یا چند ہفتوں کا فاصلہ ہے یا زیادہ سے زیادہ چند مہینوں کا فاصلہ ہے سالوں کا تو نہیں، اس تھوڑے سے وقت میں اپنے آپ پر قابو رکھئے۔ ہو سکتا ہے اللہ کریم تمہیں راہ حق میں شہادت دے اور جنہیں شہادت نہ ملی انہیں فتح تو ضرور نصیب ہو گی انشاء اللہ اور اس ملک پر نفاذ اسلام کی رونقیں دیکھنا نصیب ہوں گی اور انشاء اللہ روئے زمین پر مسلمان تو مسلمان، کافر کو بھی ظلم سے پناہ مل جائے گی۔ ہر ظالم کا سر کچل دیا جائے گا۔ ظلم کی طاقتیں سرنگوں ہوں گی انشاء اللہ۔ اسلامی ریاستیں پھر سے ایک بڑی طاقت بن جائیں گی انشاء اللہ اور ایک بہت بڑی اسلامی ریاست کی طاقت بنے گی، دنیائے کفر ذلیل ہو گی محتاج ہو گی۔

لیکن اس منزل تک پہنچنے کے لئے اللہ نے جن لوگوں کو نمائندہ بنا دیا ہے ہم سے کچھ نہیں ہو گا ہم تو چند لوگ محض ایک نمونہ ہیں۔ اللہ ایک ایسا سیلاب لائے گا کہ آپ دیکھیں گے کہ سڑکیں، گلیاں، بازار بندوں سے بھر جائیں گے۔ ایسا سیلاب کھڑا ہو گا جسے کوئی روک نہیں سکے گا۔ میری گزارش یہ ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ جو لوگ آج محنت کر رہے ہیں اللہ انہیں اس سیلاب میں بھی سربرآوردہ رکھے اور اس کی قیادت و سیادت انہیں نصیب فرمائے اور شہیدوں میں پہلے شہید ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔ ہمارے سلسلہ عالیہ میں آنے کی اصل وجہ یہ تھی کہ ہم اللہ کی بڑائی قبول کریں، اپنے کبر و نخوت سے گلو خلاصی کرائیں اور اپنی حیثیت کو سمجھ لیں۔ لیکن برا ہو اس دنیوی سیاسی کھیل کا کہ یہ جب بھی آتا ہے اپنے ساتھ اپنی خرابیاں بھی لاتا ہے اور جب کسی کو تھوڑی سی اہمیت یا امارت یا وہ خلافت کی ایک اہمیت ملنا شروع ہوتی ہے تو اسے چاہئے کہ وہ ہر وقت اپنی نگہداشت کرتا رہے۔ اس کو چاہئے کہ وہ کبر و نخوت اور اس کی خرابیوں کو اپنے اندر نہ آنے دے۔

امام غزالی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ پانی میں ہی کشتی چلتی ہے۔ اللہ کے دین کا کام دنیا میں ہی کیا جاتا ہے۔ جس طرح کشتی پانی میں چلتی ہے ریت پر نہیں چلتی۔ کشتی کو پانی ہی میں چلنا ہے لیکن پانی کو کشتی میں نہیں ہونا چاہئے کشتی کو پانی میں ہونا چاہئے پانی کو کشتی میں نہیں آنا چاہئے۔ صوفی نے بھی کام دنیا میں ہی رہ کر کرنا ہوتا ہے لیکن اس دنیاداری کو اس کے دل میں نہیں آنا چاہئے تو میں یہ چاہوں گا کہ چھوٹے سے لیکر بڑے شخص تک جنہیں امارت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے اور ہر صاحب مجاز تک یہ آج کی بات پہنچا دی جائے۔

نام تو نہیں لیا گیا لیکن بارگاہ نبوت ﷺ سے ناپسندیدگی کا اظہار ضرور ہوا ہے کہ کچھ لوگ اپنی بڑائی اور خواہش نفس کے اسیر ہو رہے ہیں اور یہ بہت بری بات ہے خدا کے لئے اپنا اپنا جائزہ لیجئے، توبہ کیجئے، اپنی اصلاح کیجئے۔ توبہ کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی جو غلط کام کر رہا ہے وہ کرنا چھوڑ دے، اس کی اصلاح کرے اور اللہ سے بخشش چاہے۔ محض زبانی توبہ کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ توبہ بھی ایک عمل ہے۔ جو غلطی ہو رہی ہے اس کا تدارک کیا جائے اور اللہ کریم سے بخشش طلب کی جائے۔

میں بھی دعا کرتا ہوں صدق دل سے کہ اللہ مجھے بھی اور آپ سب کو بھی خلوص عطا فرمائے، صحت کار عطا فرمائے، توفیق عمل عطا فرمائے اور نفس کے فریبوں سے اور شیطان کے دھوکوں سے ہمیں محفوظ رکھے اور میں پورے درد کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خدا کے لئے جن احباب سے بھول چوک ہو رہی ہے اپنی اصلاح کیجئے اللہ آپ کو توفیق دے اور قبول فرمائے۔

بہت جلد امریکہ کو پاک ہوتے دیکھ رہا ہوں

رپورٹ محمد اسلم

لنگر مخدوم کے سالانہ اجتماع کے موقع پر امیر محمد اکرم اعوان کے خطاب اور غیر رسمی گفتگو کی رپورٹ

لنگر مخدوم کا سالانہ اجتماع مورخہ 8 اور 9 اکتوبر کو منعقد ہوا جس میں شرکت کے لئے امیر محمد اکرم اعوان لاہور سے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ 9 اکتوبر صبح 8 بجے لنگر مخدوم پہنچے۔ اس موقع پر انہوں نے نماز جمعہ کے اجتماع سے جس میں لگ بھگ 3 ہزار افراد شریک تھے خطاب کرنے کے علاوہ جو غیر رسمی گفتگو کی اس کی تفصیل انہی کی زبانی اور محمد اسلم کے قلم سے ذیل کی سطور میں پیش خدمت ہے۔

رپورٹ۔ محمد اسلم

امیر محمد اکرم اعوان نے فرمایا کہ

"بعض دانشور ہمیں ترقی کے حوالے سے یورپی ممالک کی مثالیں دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کی ترقی دیکھو انہوں نے جدید علوم کا سہارا لے کر ماڈرن ٹیکنالوجی اپنا کر کس قدر فائدہ اٹھایا ہے حالانکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ ایک زمانے میں یورپ پر صرف طاقت کی حکمرانی تھی اور سارا یورپ اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا طاقتور ظلم کرتا تھا اور کمزور برداشت کرنے پر مجبور تھا خود یورپ والے اپنے ماضی کے اس دور کو آج Dark-Age کے نام سے موسوم کرتے ہیں پھر ظہور اسلام ہوا جس کی روشنی نے تاریک یورپ کو بھی منور کر دیا اور مٹھی بھر مسلمانوں نے قیصر و کسریٰ کے جبر و استبداد کا خاتمہ کر دیا۔ آج یورپ میں جو ترقی نظر آرہی ہے وہ سب اسلامی اصولوں پر عملدرآمد کرنے کا نتیجہ ہے لیکن ہم نے اسلامی تعلیمات سے منہ موڑ لیا ہے جس کی وجہ آج موجودہ زمانے میں مسلمان Let-Down ہو رہے ہیں۔ اسلام نہیں اسلام کے اصول فطری ہیں لہٰذا انہیں جہاں بھی اور جو بھی استعمال کرے گا اس کے مثبت نتائج حاصل ہونگے یہ فطری اصول ہر جگہ کارآمد و کامران ہیں اس کے برعکس جدید امریکہ کے اصول جاپان میں اور جاپان کے اصول یورپ میں ناکارہ ہیں۔ امریکہ اپنا کافرانہ نظام ہم پر مسلط کرنا چاہتا ہے لیکن ہم امریکہ کو پاک ہوتا دیکھ رہے ہیں انشاء تعالیٰ امریکہ میں بہت جلد اسلامی حکومت ہو گی جبکہ "الہند" بھی اسلامی ریاست بن جائے گا۔ الہند سے میری مراد کابل سے برما اور ہمالہ سے بنگال تک ہے۔ حکمرانو 50 سال گزرنے کے بعد بھی ہم سے وعدے نہ کرو کیونکہ اب ہم مزید انتظار نہیں کر سکتے فوراً شریعت نافذ کرو اگر ایسا کرو گے تو ہم تمہارے خادم ہیں اور اگر ایسا نہ کرو گے تو ہم تمہارے مدمقابل ہونگے اور زمانہ ہماری پیٹھ پر زخم نہیں دیکھے گا۔ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ جیسے غریبوں کو احیائے اسلام کے لئے چن لیا ہے یہاں اکا دکا امیر افراد بھی موجود ہیں لیکن اکثریت غریبوں کی ہے اور احیائے اسلام غریبوں سے ہی ہوگا۔ حکومت نے نفاذ اسلام کے سلسلے میں جو پندرھویں ترمیم منظور کی ہے اس میں سے 239 کو الگ کرنے کا فیصلہ بالکل درست ہے ہم اس بل کی حمایت کرتے ہیں کیونکہ ہم چاہتے ہیں کہ حکمرانوں کے پاس کوئی حجت نہ رہے اور وہ شریعت نافذ کر دیں تاکہ بعد میں ہم شریعت کے قوانین کے تحت ان کا بھی محاسبہ کر سکیں۔ احتساب کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اول نظام اور دوم نظام کو نافذ کرنے والے اچھے لوگ لیکن بدقسمتی سے پاکستان میں یہ دونوں موجود نہیں ہیں اور اس ملک میں شریعت کا نفاذ کسی دیوانے کے ہاتھوں ہی ہوگا جو احتساب کرتے ہوئے اپنوں اور غیروں میں تفریق نہ کرے جبکہ موجودہ حکمرانوں اور مراعات یافتہ طبقے نے خود اربوں روپے کا قرض لے رکھا ہے یہ قرض کسی صورت میں معاف نہیں کیا جا سکتا حدیث نبویؐ ہے

کہ حضورؐ کی خدمت اقدس میں ایک غیر مسلم وفد آیا ان لوگوں نے کہا کہ ہم اسلام کی حقانیت کو تسلیم کر چکے ہیں ہم پیشہ ور ڈاکو ہیں اور اب اسلام قبول کرنا چاہتے ہیں لہٰذا ہم اپنی ناجائز دولت کا کیا کریں اور لوٹا ہوا پیسہ کیسے واپس کریں اس کے علاوہ ہم پر کچھ قرضہ بھی ہے اس کا کیا ہوگا۔ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کہ قبل از اسلام جتنی دولت تم نے ڈاکوں میں لوٹی ہے وہ معاف ہو جائے گی لیکن قرضہ معاف نہیں ہوگا وہ تمہیں ادا کرنا ہوگا کیونکہ قرضہ ایک باہمی معاہدے کا نام ہے جو رقم لینے اور دینے والے کے درمیان ہوتا ہے اور اسلام میں وعدے کی پابندی لازمی قرار دی گئی ہے۔ حضورؐ نے مقروض کی نماز جنازہ ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس حدیث کی رو سے تمام قرضے واپس لئے جائیں گے 42 ارب ڈالر غصب کرنے والوں سے یہ رقم واپس لی جائیگی۔ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ آج کا مسلمان پیدا ہونا اور مرنا تو مسلمان کی حیثیت سے چاہتا ہے لیکن زندگی فرعون کی طرح گزارتا ہے گزشتہ دنوں وزیر اعلیٰ پنجاب نے کہا تھا کہ ہم احتساب کرنا چاہتے ہیں مگر پہلے بیروزگاروں کو روزگار ملے گا اور اس کے بعد احتساب ہوگا یعنی یہ لوگ احتساب بھی غریبوں کا ہی کرنا چاہتے ہیں حالانکہ روزگار فراہم کرنے سے پہلے ان لوگوں کا احتساب تو کیا ہی جاسکتا ہے جن کے کتے بھی بسکٹ کھاتے ہیں اور جو اپنا علاج باہر کے ملکوں میں کرواتے ہیں اور منرل واٹر پیتے ہیں میں نے نواز شریف کے علماء کنونشن میں کہا تھا کہ ہمیں حکومت نہیں چاہئے ہمیں حق چاہئے' عدل وانصاف چاہئے اگر تم ایسا کرو گے تو ہم تمہارے خادم ہیں۔ یاد رکھیئے نفاذ اسلام اس زمین کا مقدر ہے اور نافذ ہو کر رہے گا۔ یہ ممکن نہیں کہ مسلمانوں کا ملک ہو اور نظام کافروں کا ہو کون نہیں جانتا کہ اسمبلی کے آدھے ممبران شرابی ہیں۔ جہاں تک سابق آرمی چیف جنرل جہانگیر کرامت کی نیشنل سیکورٹی کونسل کا تعلق ہے تو میں کہتا ہوں کہ فوج کا اصل کام سرحدوں کا دفاع کرنا ہے فوج کو اس سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے کہ حکومت کیا چاہتی ہے اور کیا کر رہی ہے۔ فوج کو سیاست سے الگ رہنا چاہئے۔ سڑکیں بنانا بھی فوج کا کام نہیں ہے ہائی وے والوں کا کام ہے۔ میری اکثر جرنیلوں سے ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں ایک جرنیل پر قوم کے کروڑوں روپے خرچ ہوتے ہیں مگر بدقسمتی سے ان کی ذہنی سطح Mental-Level ایک منشی کے برابر ہوتی ہے ریٹائرمنٹ کے قریب پہنچ کر یہ لوگ سوچتے ہیں کہ کیوں نہ ایک انگلش میڈیم سکول کھول لیں اور بچوں کی تعلیم کے نام پر قوم کو لوٹیں۔ جنرل جہانگیر کرامت کو اگر واقعی قوم کا غم تھا تو انہیں اپنے موقف پر ڈٹ جانا چاہئے تھا لیکن وہ حکومتی دباؤ کا مقابلہ نہ کر سکے اور سیلوٹ مار کر استعفیٰ دے دیا حالانکہ اگر وہ استعفیٰ نہ دیتے تو بھی حکومت ان کا کیا بگاڑ لیتی گولی مار دی جاتی یا ہتھکڑی لگا دی جاتی۔؟ یہ بات واضح ہے کہ اسلام کا نظام نافذ کرنے کے لئے آئین کی نہیں اخلاص نیت اور جذبہ ایمانی کی ضرورت ہے' موجودہ حکومت جن انتخابات کے نتیجے میں برسر اقتدار آئی ہے وہ طریقہ انتخاب خود آئین کے خلاف ہے آئین میں پہلے سے موجود دفعہ 62 اور 63 پر عملدرآمد نہیں ہوا صدر لغاری کہنے لگے کہ اس پر عمل نہیں ہو سکتا بہت مشکل ہے کمال ہے! آئین کی ایک دفعہ کو ناقابل عمل سمجھا گیا اور ان انتخابات کو غیر آئینی بنا دیا گیا لیکن اب ایسا نہیں ہو سکے گا پندرھویں ترمیم کے آئین میں شامل ہونے کے بعد ہم اس پر عملدرآمد کرائیں گے میرے محبوب مرشد مولانا اللہ یار خان نے اپنی 75-70 سالہ محنت وریاضت کی پوٹلی میرے حوالے کرتے ہوئے یہ ذمہ داری میرے کاندھوں پر ڈالی تھی اور میں اپنے محبوب مرشد کی جانب سے عائد کردہ یہ ذمہ داری انشاء اللہ ضرور پوری کرونگا۔ کیونکہ اب کرنا میری مجبوری بھی ہے ورنہ کل میں ان کے سامنے کونسا منہ لے کر جاؤنگا۔

حکیم سعید کی قیمت صرف 50 لاکھ روپے

17 اکتوبر پاکستانی تاریخ کے سیاہ دنوں میں سے ایک سیاہ ترین دن تھا کہ اس روز انسانوں کے قاتلوں نے حکیم سعید کی صورت میں انسانیت کا خون کر دیا۔ حکیم سعید کا قتل ایک شخص یا ادارے کا قتل نہیں بلکہ پاکستان کا قتل ہے وہ جنہوں نے اپنی ساری زندگی رضائے الٰہی اور خدمت الناس کے لئے وقف کر دی تھی بالآخر دہشت گرد درندوں کی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ حکیم سعید کے قتل پر ڈیلی یاران فیصل آباد کے ایڈیٹر محمد یوسف کا خصوصی مضمون پیش خدمت ہے۔

تحریر محمد یوسف

یوں تو پچھلے طویل عرصے سے کراچی میں موت ودہشت کا رقص جنوں جاری ہے جس میں انسانیت سے ماورا بے حس دہشت گرد روزانہ کئی جانوں کی بھینٹ چڑھاتے ہیں اور اس سلسلے کی طوالت کے باعث اب ایسا کوئی واقعہ چونکاتا نہیں بلکہ بعض اصحاب کے نزدیک تو یہ ایک روٹین میٹر بن چکا ہے لیکن گزشتہ صبح سویرے حکیم محمد سعید کی دہشت گردوں کے ہاتھوں ہلاکت نے پورے ملک کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا وہ جو اسے روٹین میٹر قرار دیتے تھے وہ بھی چونکے بغیر نہ رہ سکے آخر کیوں نہ ہو حکیم سعید کا قتل ایک حکیم یا ایک فرد کا قتل نہیں بلکہ ایک عہد ایک ثقافت ایک تاریخ اور ایک ادارے کا قتل ہے اس مسیحا کے قتل کے بعد یوں محسوس ہو رہا ہے کہ اب شاید کراچی کے مرض کو جلد کوئی معالج میسر نہ آسکے گا اور اس میں خوفناک اضافہ ہوتا چلا جائیگا حکیم صاحب کی موت کی خبر سن کر ذہن میں یہ حکم گونجنے لگا کہ ”جس نے ایک انسان کو قتل کیا اس نے گویا پوری انسانیت کو قتل کر دیا اور حکیم سعید صرف ایک انسان ہی نہیں بلکہ عظیم انسان تھے ایسے انسان جن کے بارے میں شاعر کہتا ہے کہ

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انساں نکلتے ہیں

یہ عظیم انسان بھی بالآخر رزق خاک ہوا اور اسکے قاتل بھی شاید دوسرے ہزاروں بے گناہ انسانوں کے قاتلوں کی طرح کبھی نہ پکڑے جا سکیں گے اور اگر پکڑے بھی گئے تو شاید کسی مجبور حکومت کے کسی معاہدے کی مدد سے رہا ہو کر بیگناہ قرار پا جائیں گے ایسا ہو رہا ہے اور ایسا ہوتا آرہا ہے کراچی کے حالات کو دہشت گردوں نے اس قدر خراب نہیں کیا جس قدر بے حس اور خود غرض سیاست اور اسکے دائی سیاستدانوں نے اسے بگاڑا ہے

کراچی کا مرض انتہائی پیچیدہ ہے یہ سیاست اور دہشت گردی کا مجموعہ ہے جس میں دونوں ایک دوسرے کی سرپرستی کر رہے ہیں حکیم سعید جس مکتب علاج سے تعلق رکھتے تھے اس میں مرض کا علاج نوک نشتر کی بجائے دھیمے اور زود اثر نسخوں سے کیا جاتا ہے وُلقمان حال کے مطابق تھا جسکی بھنک انہیں مل گئی جو اس مرض کی آبیاری میں معروف ہیں لہذا انہوں نے اس حکیم کو ہی ٹھکانے لگا دیا لیکن سوچنے والی بات یہ ہے کہ حکیم صاحب کی تشخیص اور نسخے کی تفصیلات دشمنوں تک کیسے پہنچیں یقیناً ”کوئی گھر کا بھیدی ہو گا جسکی رسائی انتہائی اہم ڈاک تک ہوگی اسی نے یہ مخبری بھی کی ہو گی اس مخبر کا اُس مار آستین کا پتہ چلانا حکومت کا کام ہے انعام کے اعلان سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ یوں تو ہر شخص کی موت اسکے لواحقین اور ورثاء کے لئے سانحہ قیامت خیز کا درجہ رکھتی ہے لیکن حکیم سعید کی موت پوری قوم کے لئے سانحہ عظیم ہے انہوں نے اپنی ساری زندگی خدمت کے لئے وقف کر رکھی تھی اور اور اپنی ذات میں ایک بہت بڑا ادارہ تھے گورنر بنے تو بھی حکیم ہی رہے ہمدرد جب کامیاب کاروباری ادارہ قائم کیا لیکن حکیم ہی رہے مدینہ الحکمت کا تاج پاکستان کے سر پر سجایا لیکن حکیم ہی رہے انکی ساری عمر معاشرے کے جسمانی اخلاقی اور دیگر امراض کی تشخیص اور انکا علاج تلاش کرتے گزر گئی اسی معاملہ میں وہ مرد

حق کو ثابت ہوئے جسے درست جانا اس پر قائم رہے اور جسے غلط سمجھا اسے غلط ہی کہا لیکن دہشت گردوں کو انکی یہ ادائے درویشانہ و قلندرانہ پسند نہیں آئی اور انہیں شہید کر دیا حکیم سعید کی موت ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے ہمارے بھاری مینڈیٹ کے حامل حکمرانوں کے منہ پر طمانچہ ہے کہ اگر انکا بھاری مینڈیٹ ملک کے عظیم سپوتوں کی حفاظت نہیں کر سکتا تو عام انسانوں کی حیثیت کیا ہے یہ قتل ہمیں سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ ہم کہاں جا رہے ہیں کیا کر رہے ہیں اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں کس قدر کامیاب ہیں یقیناً" اس کا جواب ہم میں سے کسی کے پاس نہیں اور جنکے پاس اسکا جواب ہے وہ اس سے چشم پوشی کو ہی بہتر سمجھتے ہیں حکومت وقت نے حکیم سعید کے قاتلوں کی نشاندہی کرنے والوں کے لئے 50 لاکھ روپے کا انعام کا اعلان کیا ہے یعنی حکیم سعید کی قیمت 50 لاکھ روپے مقرر کی گئی ہے جو اس ملک میں کسی انسان کی لگائی جانے والی سب سے مہنگی قیمت ہے لیکن انسانوں کی قیمت مقرر کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا اسکے لئے کچھ اور کرنا ہوگا 50 لاکھ میں حکیم سعید کے قاتل تو پکڑے جاسکتے ہیں لیکن حکیم سعید 50 کروڑ یا 50 ارب میں بھی نہیں مل سکتا اسکے لئے سوچنا ہوگا غور کرنا ہوگا اس نظام کو پرکھنا ہوگا جو بھاری مینڈیٹ کو بھاری پتھر میں تبدیل کر دیتا ہے جو دہشت گردوں کو تحفظ اور عوام کو دہشت فراہم کرتا ہے یقیناً" ساری خرابی اسی نظام کی ہے جس میں اتنے سوراخ ہیں کہ چھلنی بھی اسکے سامنے شرما جائے اس نظام نے آج تک ہمیں بھوک' افلاس' بیماری' دہشت گردی' موت' قرضوں' ذلتوں' ہزیمتوں' مجبوریوں اور ناکامیوں کے سوا کیا دیا ہے یہ نظام ہمیں لخت لخت کرنے میں مصروف ہے اور ہم ہیں کہ اسکے دفاع میں سر دھڑ کی بازی لگائے جاتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے ناراض ہوتے ہیں تو اچھے اچھے انسانوں کو اس قوم سے اٹھا لیتے ہیں حکیم سعید کا قتل بھی ہمارے لیے وارننگ ہے اس پر اگر ہم نے کان نہ دھرا تو نجانے کیا ہو جائے ہمیں ہوش کے ناخن لینے چاہئیں اس نظام سے جان چھڑا لینی چاہیے جو ہمیں دہشت گردوں' قرضہ خوروں' کمیشن خوروں' لیٹروں' ڈاکوؤں اور غداروں سے مفاہمت اور معاہدے کرنے پر مجبور کرتا ہے اب بھی وقت ہے کہ ہم اللہ کے نام پر حاصل کیئے گئے اس ملک کی دھرتی پر اللہ کا نظام نافذ کر لیں ورنہ بہت دیر ہو جائیگی اور ہم راندہ درگاہ قرار پائیں گے ہمیں اس وقت اسے انصاف کی نہیں فوری انصاف کی ضرورت ہے چاہے اسکی قیمت کچھ بھی ادا کرنے پڑے اور اگر اب بھی ہم نے کنجوسی کی تو یقیناً" تباہی و بربادی ہمارا مقدر ہوگی ہمارا مرض لاعلاج ہو جائیگا جسکا علاج کرنے والے حکیم سعید بھی اب ہم میں نہیں۔ اٹھو اور اس فرسودہ نظام کو دفن کر دو اور" لا الہ" کا علم بلند کرو تاکہ پاکستان کے مظلوم عوام کو وہ نظام میسر آئے جو نظام عدل و انصاف و مساوات ہے۔

راولپنڈی میں الاخوان کے جلسہ عام کی جھلکیاں

(محمد اسلم سے)

☆ امیر محمد اکرم اعوان صبح منارہ سے راولپنڈی تشریف لے آئے تھے۔

☆ تنظیم الاخوان کا یہ جلسہ فیصل آباد اور موچی گیٹ کے جلسوں کے بعد تیسرا بڑا جلسہ تھا۔

☆ فیصل آباد' ٹوبہ' گوجرہ' جھنگ' لاہور اور گوجرانوالہ کے جلوس عصر تک راولپنڈی پہنچ چکے تھے۔

☆ جلسہ گاہ میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی' پورا جلسہ گاہ بھرا ہوا تھا

☆ سیکورٹی کے پیش نظر راولپنڈی انتظامیہ نے جلسہ کے لئے شام چھ بجے سے 8 بجے کا وقت دیا تھا۔

☆ جلسہ سے غیاث الدین جانباز اور امیر محمد اکرم اعوان نے خطاب کیا۔

☆ جنرل (ر) حمید گل اور مولانا محمد عبداللہ درخواستی مرحوم کے صاحبزادے دیر سے آنے کی وجہ سے خطاب نہ کر پائے۔

☆ جنرل (ر) حمید گل نے تنظیم الاخوان کے مرکزی دفتر میں رات نو بجے سے دس بجے تک امیر اکرم اعوان سے تفصیلی ملاقات کی۔

☆ فیصل آباد سے کرنل (ر) سرور نائب صدر تنظیم الاخوان اور محمد اسلم چیف ایڈیٹر ولی یارن نے بھی شرکت کی۔

☆ کرنل (ر) بشیر' ڈاکٹر نجیب' نصر اللہ بٹر اور آفتاب احمد جلسہ کے انتظامات میں پیش پیش رہے۔

☆ آخر میں امیر محمد اکرم اعوان نے تنظیم الاخوان راولپنڈی کے عہدیداران اور کارکنوں کو کامیاب جلسہ کے انعقاد پر مبارکباد پیش کی۔

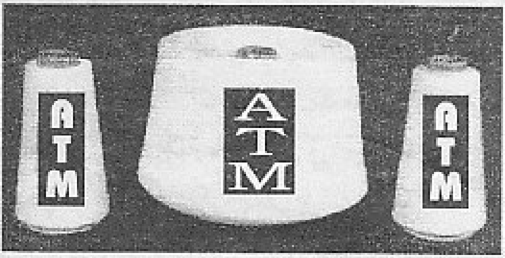

ہوزری و شٹل لیس لومز کیلئے
بہترین اور معیاری دھاگہ

اے ٹی ایم برانڈ یارن

خریدنے کیلئے سوتر منڈی میں ہمارے سیلز آفس سے رجوع فرمائیں

16/PC	30/PC
22/PC	36/PC
24/PC	38/PC

دوسری ملز کے دیگر
برانڈ بھی دستیاب ہیں

شیخ ناصر، شیخ عبدالستار، گلی نمبر ۲ بالمقابل رحمان مارکیٹ، منٹگمری بازار سوتر منڈی فیصل آباد فون نمبرز 617057، 611857

سبز پرچم پہ قربان

جمہوری نظام میں جلسے اور جلوس کوئی انہونا واقعہ نہیں ہوتا۔ لیکن یہ ایک ایسے جلسے کی روداد ہے۔ جس جیسا جلسہ پاکستان کی تاریخ میں پہلے کبھی نہیں ہوا۔ ایک ایسا جس میں نفاذ اسلام کے لئے موت پر بیعت لی گئی ہو۔ ایک انوکھا جلسہ۔ ایک انوکھی قیادت۔ (ادارہ)

تحریر۔ از حافظ محمد عتیق الرحمن (ٹوبہ ٹیک سنگھ)

سورج کئی بار مشرق سے نکل کر مغرب میں غروب ہوا۔ چاند نے اپنے مہینے بھر کا سفر ہزاروں بار طے کیا ستارے لاکھوں بار راتکی تاریکی میں چمکے اور صبح کی روشنی میں غائب ہوگئے۔ تہذیب وتمدن نے کئی چہرے بدلے طرح طرح کے انقلاب آئے۔ 12 ستمبر 1998ء کا سورج نئے جذبوں' نئے ولولوں کی نئی دنیا کی خبر دے رہا تھا سورج کی کرنوں نے زمین کو منور کر دیا۔ انسانی آبادی اپنے اپنے کاموں میں برسرپیکار ہوگئی۔ ہم بھی اپنے مشن کے لئے مصروف عمل ہوگئے۔ لاہور میں بمقام موچی دروازہ کے دلان میں ایک عظیم جلسہ عام منعقد ہو رہا ہے۔

ہم اپنی وین سمیت نو بجے دفتر تنظیم الاخوان پہنچ گئے قائم سنٹر کی سڑکوں پر گاڑیوں کا ہجوم تھا۔ ان پر پرچم لہرا رہے تھے۔ لوگ اپنے سینوں پر مہر نبوت سجائے ادھر ادھر روانگی کی تیاری میں سرگرداں تھے۔ آخر چکوک سے تمام گاڑیاں آگئیں تو قافلہ حریت نے شورکوٹ روڈ پر جلوس کی شکل اختیار کرلی۔ بیس گاڑیاں ایک لمبی لائن اختیار کر چکی تھیں۔ نوجوان چھتوں پر نعرے "اب ہمارا ایک ہی کام۔ نفاذ اسلام نفاذ اسلام" "رب کی دھرتی رب کا نظام۔ الاخوان... الاخوان" لگا رہے تھے۔ چند نوجوان جنہوں نے سروں پر گولڈن براؤن سے رنگ کی آرمی کیپس پہنی ہوئی تھیں اور وہ کبھی ادھر کبھی ادھر تیزی سے جلوس کو منظم کرنے کے ساتھ گاڑیوں کو روانہ کرنے کا کام بحسن وخوبی سرانجام دے رہے تھے۔ یوں لگا جیسے قافلے کے سیکورٹی والے ہیں۔ آخر نعروں کی گونج میں جلوس جناب حکیم محمد صادق صاحب کی قیادت میں روانہ ہوگیا۔ لوگ الاخوان کے اتنے پرچم لہراتے دیکھ کر ششدر رہ گئے میرا ایک عزیز گاڑی میں پوچھنے لگا بھیا الاخوان کا کیا مطلب ہے؟ بنیادی مقاصد کیا ہیں؟ مجھے اپنی زبان معطر کرنے کا موقع مل گیا۔ الاخوان "انما المومنون اخوہ تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ الاخوان کی دعوت ہے واعتصمو بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقو۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں مت پڑو...... الاخوان' دنیا میں بسنے والے مسلمانوں کی دل کی آواز ہے الاخوان.. محمد عربیؐ کی ادا ہے۔ الاخوان.... مسلمان کی مسلمان سے محبت کا نام ہے۔ الاخوان کا مقصود..... رب کی دھرتی رب کا نظام۔ عملی زندگی میں اسلام الاخوان کا منشور....... پاک وطن میں پاک نظام' ملک خدا کا.... نظام مصطفیٰؐ کا

میرے بھائی۔ الاخوان کا قرآنہ نظام خواہ سیاسی ہو' تعلیمی ہو' عدالتی ہو' معاشی ہو' معاشرتی ہو سب کو یکسر بدلنے کا عزم صمیم رکھتی ہے۔ الاخوان کی تحریک محبت کے جذبے اور عشق کے ولولے کا نام ہے۔ الاخوان چندا اکٹھا کرنے' صدقات لینے اور ووٹ کی ہرگز ہرگز طلب گار نہیں ہے۔ بلکہ اس جمہوری نظام کی یکسر مخالف ہے۔ الاخوان محمد عربیؐ کی شخصیت منوانے کا نام ہے۔ الاخوان کا مختصر سا ماٹو ہے کہ جہاں بے شمار کفرستان ہوں وہاں پر ایک اسلامستان بھی ہونا چاہئے۔ جس میں صرف اللہ تعالیٰ کی حکومت ہو۔ جس میں انصاف غریب کی دہلیز پر میسر ہو سکے۔ یہ سب تب ہی ممکن ہے جب فضائے بدر پیدا ہو۔ کیونکہ اقبال نے

خوب کہا ہے۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

الاخوان تو ہر قسم کے سیاسی' سماجی' معاشرتی اور مذہبی اختلافات سے بالاتر اصلاح معاشرہ کی عظیم تحریک ہے جس کی بنیاد قرآن وسنت پر مبنی ہے۔ انہی باتوں یعنی تنظیم کے تعارف میں وین نے ہمیں کھرڑیانوالہ میں پہنچا دیا۔ سورج پوری آب وتاب سے نصف دن مکمل کر چکا تھا۔ نماز ظہر ادا کی' کچھ سفر میں ریفریش منٹ کی۔ دوستوں نے پراٹھے کھائے' اور پھر منزل کے لئے سفر میں سرگرداں ہو گئے۔ جسم میں تھکاوٹ کا احساس نمودار ہوا۔ وین میں شیشے کی کھڑکیوں سے ہوا ہمارے اجسام سے ٹکرا رہی تھی۔ کہ سنگ میل پر لاہور 50KM لکھا دیکھ کر احساسات' خیالات مچلنے لگے۔ عظیم ہستی' عظیم قائد جس کو ملنے جا رہے تھے کے خیالات دل میں اترے تو بے اختیار کہنا ہی پڑ گیا۔

نہ چاندنی' نہ ستارے' نہ مشعلیں' نہ چراغ
کٹے گا منزل دن کا کڑا سفر کیسے
فصیل جاں میں کرن در کرن یہ کون اترا
کہ دل میں کھلنے لگے خوشبوؤں کے در کیسے

پھر تو شوق ملاقات' دیدار ذات نے دل کے احساسات' جذبات' خیالات کو مزید جگمگا دیا۔ انہی لمحات میں ساتھ بیٹھے ماموں عبدالغفور صاحب نے پوچھا۔ میرے عظیم قائد کے بارے معلومات چاہی تو میں نے عرض کیا۔ آج پندرہ صدیاں حضورؐ سے اس امت کو بچھڑے ہو گئی ہیں اور قحط الرجال کا دور ہے کیونکہ

ذہن خرد نے دن یہ دکھائے
گھٹ گئے انسان بڑھ گئے سائے

آج قرآن سیکھنے جاؤ تو حدیث نہیں ملتی' حدیث سیکھنے جاؤ تو فقہ کا علم نہیں' فقہ سیکھنے جاؤ تو تصوف کا بھی معلوم نہیں۔ یہ مرد قلندر بندے کا رشتہ محمد رسول اللہ ﷺ سے استوار کر دیتا ہے میں انہیں حضورؐ کے متبعین میں سے ایک طرح جانتا ہوں انہوں نے تو ہزاروں لوگوں کو فنافی اللہ اور فنافی الرسول کر دیا۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے موجودہ شیخ صقارہ نظام تعلیم کے بانی' الاخوان تنظیم کے عالمی امیر ہیں لوگ ان کو محمد اکرم اعوان کے نام سے جانتے ہیں۔ ادبی دنیا میں بھی آپ سیماب اویسی کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ تعارف میں ہی ہم شاہدرہ پہنچ گئے۔ وین جلوس کی لائن میں لگ گئی۔ دور دور تک گاڑیوں پر سبز پرچم' مہر نبوت کے پرچم لہرا رہے تھے۔ لوگ اپنے ولولوں' جذبوں کا اظہار نعرہ بازی کے ذریعے کر رہے تھے۔ سورج ڈھل رہا تھا۔ ہماری گاڑی قافلے کے درمیان میں پہنچ ہی گئی۔ گاڑیاں قطار در قطار موچی دروازہ کی طرف رواں دواں ہو گئیں۔ گاڑیوں پر لگے لاؤڈ سپیکر میں نعرے' اور قائد انقلاب کے بیانات لگے ہوئے تھے۔ ہر طرف لاہور کی فضا معطر محسوس ہو رہی تھی۔ ساڈی جند ساڈی جان---- اکرم اعوان' اکرم اعوان۔ رب کی دھرتی رب کا نظام---- الاخوان الاخوان' تو بے اختیار کہنا ہی پڑا

پھیلی ہے فضاؤں میں اس طرح خوشبو
جس سمت نظر اٹھی آواز تیری آئی

ہجوم میں ٹریفک جام ہو گئی۔ لمحے لمحے بعد گاڑی دو قدم چلتی تھی۔ لاہور میں بائیں جانب دیو قامت مینار کھڑا تھا یوں محسوس ہوا جیسے یہ آنے والے سیاحوں کے استقبال میں کھڑا ہے۔ لیکن اس کی یہ حالت تو برسوں سے ایسی ہے۔ یہی وہ مینار ہے جس کے سائے تلے لاکھوں لٹتے' کٹتے' سسکتے' تڑپتے لوگوں کی آخری صدا پاکستان کا مطلب کیا۔ لا الہ الا اللہ... مینار تو وہی ہے لیکن اب مصائب زمانہ سے بوڑھا اور بوسیدہ ہو چکا ہے اس احساس میں ہمیں دیکھ کر مینار نے گریہ زاری کی۔ پچاس برس کے سونے والو۔ پچاس سال پہلے کے وعدہ وفا کو اب نبھانے آئے ہو۔ مینار نے اپنے دکھ درد کی لہو رنگ کہانی سنائی تو میں نے مینار کو پیار بھری الوداعی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اے مینار پچاس سال قبل ہمارے آباء نے نعرہ لگایا تھا۔ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ آج ہم تیرے سائے تلے روشنیوں کی وادی میں "رب کی دھرتی رب کا نظام" کا نعرہ اپنے عظیم قائد کی قیادت میں لگا رہے ہیں۔ مینار خوشی سے جھوما' انہی لمحات میں جلوس مینار کو آہستہ آہستہ چھوڑ رہا تھا۔ گاڑیاں داتا گنج بخش ہجویریؒ کے دربار کے قریب ٹریفک

جام ہو جانے کی وجہ سے رک گئیں داتا صاحب کو سلام کرکے بھاگتے قدموں موچی دروازہ جلسہ گاہ میں پہنچے۔ راستے میں لوگوں کی بہت زیادہ بھیڑ تھی۔ جلسہ گاہ لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ اور اب بھی لوگ دیوانہ وار وقت کے عظیم مسیحا سے ملنے آ رہے تھے۔ کارروائی شروع تھی معلوم ہوا امیر تنظیم الاخوان ایک بہت بڑے تاریخ ساز جلوس کی قیادت کرتے ہوئے ٹرک پر نعروں کی گونج میں جلسہ گاہ میں رونق افروز ہوئے۔ اور ہاتھ اٹھا کر عوامی استقبال کا جواب دیا۔ لاہور' "رب کی دھرتی رب کا نظام۔ الاخوان الاخوان' سبز پرچم پہ قربان میری جان تیری جان" کے نعروں سے گونج اٹھا۔ جلسہ کی باقاعدہ کارروائی سے قبل انسانیت دشمن' بدمعاش جنسی بلا (کلنٹن) کے پتلے کو پھانسی دی گئی۔ اور امریکہ کے 52 پرچم نذر آتش کئے گئے۔ اس موقع پر امریکہ کے خلاف زبردست نعرہ بازی ہوئی۔ جلسہ گاہ میں تل دھرنے کو بھی جگہ نہ تھی۔ باقاعدہ کارروائی کے بعد مندرجہ ذیل مقررین نے تقریریں کیں۔

قاضی غیاث الدین جانباز' سابق سینیٹر طارق چوہدری' چودھری سیف اللہ خالد' افضل اعوان' حبیب اللہ درخواستی' غلام سرور اعوان' آئی ایس آئی کے جنرل (ر) حمید گل اور سب کے دل وجاں امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے عوام الناس سے خطاب فرمایا۔ اس جلسہ میں ہزاروں لوگوں کی نفاذ شریعت کے لئے امیر تنظیم الاخوان امیر محمد اکرم اعوان کے ہاتھ پر موت کی بیعت ہوئی۔ جلسہ میں محتاط اندازے کے مطابق بیس سے پچیس ہزار لوگوں نے شرکت کی۔ جلسہ میں مقررین نے بہت اچھوتے خیالات کا اظہار کیا۔ مقررین کے چند جملے دل ودماغ میں اب بھی گونج رہے ہیں۔

قاضی غیاث الدین جانباز نے خطاب کرتے ہوئے کہا:۔ لاہور کی دھرتی پر ایک مرد قلندر "رب کی دھرتی رب کا نظام" کی پکار لیکر آیا ہے۔ عوامی ریلا بددیانت ٹولے کو بہا کر لے جائے گا۔

سابق سینیٹر طارق چودھری نے کہا:۔ عوام کو بددیانت حکمرانوں کی گردنوں کے ناپ لینے پڑیں گے۔ اسلام کی تعزیری نظام کے مطابق موٹروے کی تعمیر کے ٹھیکہ میں کمیشن کھانے والے حکمرانوں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں گے۔ خدا کو حاضر ناضر جان کر امیر محمد اکرم اعوان کے ہاتھ پر موت کی بیعت کرتا ہوں۔ CTBT پر دستخط کئے گئے تو پارلیمنٹ کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے۔

چودھری سیف اللہ خالد نے کہا:۔ شریعت کا نفاذ آسان کام نہیں۔ اس کے لئے جاگیرداری اور سرمایہ داری کا خاتمہ ضروری ہے۔

قاری افضل اعوان نے کہا:۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرامین کو چھوڑ کر ہم کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔

مولانا حبیب اللہ درخواستی نے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ حکومت شریعت بل کو کالا باغ ڈیم نہ بنائے۔ اگر شریعت کے نفاذ میں مخلص ہیں تو بسم اللہ کریں ہم تعاون کریں گے۔

آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل (ر) حمید گل نے خطاب کرتے ہوئے کہا CTBT پر دستخط کرنا موت کے پروانے پر دستخط کے مترادف ہے۔ اس وقت پورے عالم اسلام کی نظریں پاکستان پر لگی ہوئی ہیں۔ فلسطینی عوام اسرائیل کے مقابلے میں ہمیں اپنا سہارا سمجھتے ہیں۔ امریکہ نے ہماری سمندری اور فضائی حدود کی خلاف ورزی کی۔ اس کے میزائلوں کی زد میں چودہ بے گناہ پاکستانی شہید ہوئے اگر یہ حرکت بھارت کرتا تو کیا ہم اس کو معاف کر دیتے۔

اس موقع پر مولانا عبدالقادر آزاد نے خطاب کرتے ہوئے کہا:۔ تنظیم الاخوان کے کارکنان اسلام اور پاکستان کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہیں۔ اتنا بڑا جلسہ دیکھ کر میرا دل یہ گواہی دیتا ہے کہ انشاء اللہ پاکستان کی تقدیر بدلنے والی ہے۔ تنظیم الاخوان کا نام بابرکت ہے۔ اس کے جھنڈے پر نبی اکرم ﷺ کی مہر نبوت لگی ہوئی ہے۔ جس تنظیم کے جھنڈے پر نبی پاک کی مہر ہو وہ کبھی ناکام نہیں ہو سکتی۔

مولانا آزاد کی تقریر سننے کے بعد بے اختیار لبوں پہ مچل گیا

ہم نے ہر دور میں تقدیس رسالت کیلئے
وقت کی تیز ہواؤں سے بغاوت کی ہے

مقررین خطاب کرتے رہے لوگ اپنے لبوں پر مہر خاموشی تانے اپنی نظروں کو اپنے عظیم قائد پر متںید کئے ہوئے تھے۔ اس کا

درد دل سننے کو بے تاب تھے۔ آخر جذبوں کی کارفرمائی ہوئی۔ اور وہ مبارک ساعت قریب آئی۔ جب سٹیج سیکرٹری نے قائد انقلاب کو ڈائس پر دعوت سخن دی۔ تو جلسہ گاہ میں پھر خوشی کی لہر دوڑی۔ ہر طرف سے نعروں کی صدائیں گونجنے لگیں۔ لوگ کرسیوں پر چڑھ کر نورانی چہرے کا دیدار کرنے لگے۔ تو میرے قائد نے پھر ہاتھ اٹھا کر جواب دیتے ہوئے انوکھے اور نرالے انداز سے خطاب شروع کیا۔ جلسہ گاہ میں مکمل سکوت چھا گیا۔ آپ نے فرمایا "میں کوئی تقریر کرکے آپ کو ترغیب دینا نہیں چاہتا بلکہ تقریر سے پہلے ابتداء اس اللہ کے نام سے کرنا چاہتا ہوں جس کے دین کے نفاذ کے لئے کون مائی کا لال میرے ساتھ موت پر بیعت کرتا ہے"۔ اس پکار پر لوگوں کا ہجوم دیوانہ وار دونوں ہاتھ اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔ ہر طرف سے نعروں کی صدا "جوانیاں لٹائیں گے۔ انقلاب لائیں گے' سر پرچم پہ قربان' میری جان تیری جان" گونجنے لگی۔ سٹیج پر بیعت' موت کی بیعت کے لئے' بڑے کپڑے کا انتظام تھا' باقی لوگوں نے کھڑے ہو کر ایک دوسرے کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر بیعت کی۔ نعروں کی گونج میں بیعت اس طرح شروع ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔

"قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین" اے بار الٰہی ہم عہد کرتے ہیں جان ومال وآبرو تیرے دین پر قربان کر دیں گے اللہ تو قبول فرمانے والا ہے" لاہور ایک دفعہ پھر "سبیلنا سبیلنا ... الجہاد الجہاد' تیری بقا میری بقا...... الجہاد الجہاد' لبیک لبیک....... اللھم لبیک" کی صداؤں سے گونج اٹھا۔ لوگوں کے بے پایاں جذبات اور ہزاروں کے مجمع کی موت پہ بیعت دیکھ کر میں حیرت میں ڈوب گیا۔ آخر جان کی بازی صرف اور صرف شریعت محمدی کیلئے۔ جب قوم فیصلہ کرے تو مقدر کی ٹیڑھی لکیریں' حالات کے تیور خودبخود بدل جاتے ہیں۔ نفاذ اسلام اس ملک کا مقدر ہے انشاء اللہ۔

گلوں میں حسن شگوفوں میں بانکپن ہو گا
وہ وقت دور نہیں جب چمن چمن ہو گا
بتان عصر کے خالق کو باخبر کر دو
نئے زمانے کا ہر فرد بت شکن ہو گا

امیر محمد اکرم اعوان صاحب نے جلسہ گاہ میں عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ قرآن وسنت کو ملک کا واحد قانون قرار دیا جائے۔ ملک میں موجودہ طبقاتی نظام کافرانہ نوعیت کے اقدامات کے فروغ کا باعث بنا ہے۔ جس کی وجہ سے ہر سطح پر ظلم کا دور دورہ ہے۔ امیر محمد اکرم اعوان نے فرمایا کہ ملک کی پچاس سالہ تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ نفاذ اسلام کے لئے مکمل اور سازگار ماحول پیدا ہو چکا ہے۔ انہوں نے نواز حکومت کو خبردار کیا کہ وہ اسلام دشمن قوتوں کے بہکاوے میں آنے کی بجائے فوری طور پر ملک میں قرآن وسنت پر مبنی نظام کو نافذ کرے۔ تنظیم الاخوان کے امیر نے امریکہ کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان صرف ایک خدا کو سپر پاور تسلیم کرتے ہیں اس جلسہ میں انہوں نے ہجوم سے ملک میں نفاذ شریعت کی خاطر موت پر بیعت لی اور فرمایا میرا راستہ موت کا راستہ ہے۔ اسی موت میں زندگی کا مزہ ہے۔ شرکاء جلسہ نے امیر اکرم اعوان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے زبردست نعرہ بازی کی اور انہیں یقین دلایا کہ اب وہ یا تو ملک میں اسلام کا نفاذ کرائیں گے یا ہر اسلام کا راستہ روکنے والی قوت سے ٹکرا جائیں گے۔ نفاذ شریعت کا یہ عظیم اجتماع رات 11:45 پر اختتام کو پہنچا۔ دعائے خیر کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ تو اس قائد انقلاب کے لئے دعا کی' جو در در انقلاب اور رب کی دھرتی رب کا نظام کی صدا لگا رہا ہے۔ جس کا بلڈ کولیسٹرول 752 ہے مگر وہ پھر بھی ہزار ہزار کلو میٹر سفر طے کرکے نظام اسلام کی شمع کو فروزاں کرنے کا عزم لئے میدان کارزار میں کود رہا ہے دعا ہے قائد ملت کے لئے کہ:

تیرا خاور درخشاں رہے تا ابد فروزاں
تیری صبح نور افشاں کبھی شام تک نہ پہنچے

دعا کے بعد ہم نے واپسی اختیار کی۔ رات سفر میں گزری اور طلوع فجر کے بعد ہم اپنے شہر ٹوبہ ٹیک سنگھ میں انقلاب کی خبر لے کر پہنچ گئے۔

؎ وہ ساعتیں تو ہواؤں کے ساتھ جا بھی چکیں
لیکن اجتماع کا منظر آنکھوں کے سامنے جھومتا رہا۔

باغی

موجودہ نظام سے پاکستان کا ہر شہری متاثر ہے انہی متاثرین میں سے کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس نظام کو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں حکومتیں ان لوگوں کو باغی اور ڈاکو کا خطاب دیتی رہی ہیں لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں کوئی حکومت ایسا خطاب نہیں دے سکتی۔

جاوید چوہدری نے ان کا پتہ چلالیا ہے۔ آپ بھی پڑھیے۔ (ادارہ)

تحریر۔ جاوید چوہدری

چکوال سے ذرا دور کلر کہار سے ذرا باہر اور مینارہ سے ذرا پیچھے لوہے کا ایک پھاٹک کچی پکی اینٹوں کی چند کوٹھریاں' کھانے کا ایک طویل ہال اور ایک سادا سا ملاقاتی کمرہ ہے اس پھاٹک' ان کوٹھریوں' اس ہال اور اس ملاقاتی کمرے میں چند باریش مسلح نوجوان ٹہل رہے ہیں' ان نوجوان مجاہدین کے سینے کشادہ' ہاتھ چوڑے اور پیشانیاں فراخ ہیں' ان کی آواز میں نرمی' آنکھوں میں حلیمی اور بشرے پر یقین کی سرخی ہے' یہ مولانا اکرم اعوان کے ان ہزاروں "باغیوں" میں سے چند ہیں جو وفاقی اور صوبائی دارالحکومتوں سے سینکڑوں میل دور کھڑے انقلاب کی چاپ سن رہے ہیں' یہ لوگ بیک وقت ٹرینڈ فوجی' بہترین ایڈمنسٹریٹر' شاندار معلم اور کائنات کی وسعتوں میں اترنے اور انسانی باطن میں جھانکنے والے صوفی ہیں' آپ ان سے ہاتھ ملائیں' آپ کو ان میں مجاہد کی گرمی اور فوجی کی سختی ملے گی' آپ ان کی آنکھوں میں جھانکیں آپ کو وہاں میزبان کی حلیمی اور شاعر کی نرمی ملے گی' آپ ان کی باتیں سنیں آپ کو ان میں صوفی کے لہجے کی مٹھاس اور مشن کے گلے کی نزاکت ملے گی۔

میں نے ان کے "کمانڈر" مولانا محمد اکرم اعوان سے پوچھا' ساڑھے چھ فٹ اونچے' سرخ سپید رنگت اور چیتے جیسی آنکھوں والے اکرم اعوان سے جن کی ذات میں ایک شوکت' مخاطب کو مبہوت کر دینے والا دبدبہ اور گردنیں جھکا دینے والا رعب ہے اور وہ جب بولتے ہیں تو منہ سے لفظ نہیں' ریشم کے نازک تار نکلتے ہیں' میں نے پوچھا "یہ کون لوگ ہیں؟" اطمینان سے لبریز لہجے میں بولے "یہ کل کے حکمران ہیں' ان میں سے کچھ گورنر ہیں' کچھ چیئرمین' کچھ سیکرٹری اور کچھ کمانڈر" میں نے حیران ہو کر پوچھا "کون سا کل؟" اسی سکون سے بولے "وہ کل جب پاکستان دنیا کی واحد اسلامی سپاور ہو گا" میں نے انہیں مزید کریدنے کی کوشش کی "موجودہ نظام کا کیا بنے گا؟" بلند قامت صوفی نے بلند وبالا قہقہہ لگایا "یہ سوال مجھ سے گورنر صاحب نے بھی پوچھا تھا' میں نے انہیں جواب دیا تھا' جناب یہ نظام اب گیا تو آپ لوگوں کو ساتھ لے کر جائے گا۔ گورنر نے کہا مولانا بات سیدھی اور واضح کریں' میں نے عرض کیا جناب منافقت اور ظلم پر ایستادہ نظام جب جاتے ہیں تو پیروکاروں کو بھی ساتھ لے کر جاتے ہیں' کہنے لگے نہیں اب بھی نہیں سمجھا تو میں نے عرض کیا' گورنر صاحب آپ کی حکومت' آپ کا احتساب بیورو' آپ کی عدالتیں اور آپ کی پولیس جس آصف علی زرداری کو کرپٹ' چور' اور ڈاکو قرار دے رہی ہیں وہی آصف علی زرداری نہ صرف ملک کے معزز ترین ایوان کا رکن ہے بلکہ وہ ملک کی تقدیر کے فیصلوں کے لئے بلائے گئے ہر اجلاس میں اپنا ووٹ بھی ڈالتا ہے۔ یہ منافقت نہیں تو کیا ہے' یہ ظلم نہیں تو کیا ہے کہ ایک نظام ایک شخص کو چور بنا کر کٹہرے میں بھی کھڑا کرتا ہے اور اسی وقت اسے سینیٹر کے حقوق بھی دیتا ہے"۔

میں نے پوچھا "کیا اس نظام کے خاتمے کی یہی واحد وجہ ہے" ان کے لہجے میں صوفیانہ مٹھاس بڑھ گئی "نہیں بچے نہیں یہ

نظام ٹیلنٹ کا قاتل ہے' انسانی صلاحیتوں کی بربادی کا مجرم ہے' ہمارے علاقے میں ایک ڈاکو تھا' محمد خان ڈاکو' یہ شخص تن تنہا ایوب خان جیسے مضبوط حکمران سے لڑتا رہا۔ پورے ملک کی پولیس' ساری انتظامیہ اس کا حوصلہ نہ توڑ سکی۔ جب گرفتار ہوا تو اسے 62 بار پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ یہ 26 برس تک قید میں رہا لیکن یہ قید' کال کوٹھری' عدالتیں' جبر' اس کے اعصاب نہ توڑ سکے وہ تروتازہ رہا۔ اس نے 72 برس کی طویل عمر پائی۔ ذرا سوچو یہ شخص اگر فوج میں ہوتا تو کیا اس جیسا کوئی دوسرا کمانڈر ہوتا۔ وہ کسی نپولین' ٹیٹو' ہٹلر یا ڈیگال سے کم ہوتا لیکن افسوس اس نظام نے اسے جرنیل کی بجائے ڈاکو بنا دیا۔ یہ نظام ٹیلنٹ کا قاتل ہے۔ یہ عمرؓ کو عمرؓ بن خطاب بناتا ہے اسے امیرالمومنین حضرت عمر فاروق نہیں بناتا۔ ہم نے اپنے اس ادارے میں ایسا ہی ٹیلنٹ جمع کیا ہے جسے یہ نظام "عام شخص" کہتا تھا۔ ہم نے ثابت کیا یہ عام لوگ نہیں ہیں یہ سب محمد خان ہیں۔ ہم نے انہیں ٹریننگ دی' اب یہ لوگ ویل ٹرینڈ سولجر ہیں' بیدار مغز جرنیل ہیں' کامیاب منصوبہ ساز' اعلیٰ پائے کے معلم اور بہترین منتظم ہیں' شریعت کو سمجھتے ہیں' تصوف کے راہی ہیں' معاشرتی بگاڑ کی اصلاح کے خواہش مند ہیں۔

"تبدیلی کب آئیگی؟" میرا سوال سن کر مجاہد صوفی مسکرایا' اس کی آنکھوں میں ستاروں کی چمک ٹمٹمائی اور اس کے لہجے میں برساتوں کی مہک پھڑ پھڑائی "انشاء اللہ ایک آدھ برس میں کیونکہ فصلیں پک چکی ہیں' کٹائی کا موسم آ چکا ہے' اب بس ایک اعلان کی دیر ہے اور جوش عمل سے لبریز دہقان درانتیاں لے کر کھیتوں میں اتر جائیں گے" "کیا عام شہری آپ کا ساتھ دیں گے؟" "وہ مسکرائے" ہاں سو فیصد کیونکہ تبدیلی کی خواہش چند لوگوں کی بات نہیں ہر زبان کی دعا اور ہر نظر کی تمنا ہے"۔

باہر' اس سادہ سے ملاقاتی کمرے سے باہر لوہے کا ایک پھاٹک' کچی پکی اینٹوں کی چند کوٹھریاں اور کھانے کا ایک طویل ہال تھا جہاں چند باریش نوجوان ٹہل رہے تھے جن کے سینے فراخ ہاتھ چوڑے اور پیشانیاں فراخ تھیں اور جن کی آواز میں نرمی' آنکھوں میں حلیمی اور بشرے پر یقین کی سرخی تھی اور جن کے قدموں کی ہر آہٹ اور جن کے بدن کی ہر حرکت پکار پکار کر کہہ رہی تھی۔ ہم سب محمد خان تھے لیکن ہمیں خدا کے اس بندے نے ڈاکو بننے سے بچا لیا۔ اب ہم میں سے کوئی شخص نپولین' ٹیٹو' ہٹلر اور ڈیگال سے کم نہیں کیونکہ ہم جمال اور جلال' علم اور حلم کا حسین امتزاج ہیں۔ ہم صوفی بھی ہیں اور مجاہد بھی۔ ہم سپاہی بھی ہیں اور عالم بھی اور جب یہ سارے عناصر ایک جگہ جمع ہو جائیں تو پھر ایسے باغی جنم لیتے ہیں۔ انقلاب جن کی منزل کا پہلا سنگ میل اور تبدیلی جن کی کتاب کا پہلا باب ہوتی ہے۔

بشکریہ جنگ

ضروری اعلان

قارئین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ماہنامہ "المرشد" کا رابطہ آفس فیصل آباد میں قائم کر دیا گیا ہے۔ المرشد کو مزید بہتر بنانے کے لئے تجاویز اور اپنی نگارشات درج ذیل پتہ پر ارسال کریں۔

ماہنامہ "المرشد" کمرہ نمبر 8 سیکنڈ فلور

ریکس سٹی ستیانہ روڈ' فیصل آباد فون 732254

فرقے، مسالک اور اسلام

مولانا محمد اکرم اعوان۔ 4 محرم الحرام 1406ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم○ لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلو علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۔

الحمد للہ پچھلا سال ختم ہوا اور یہ آنے والا مہینہ احتیاج اور حالات لے کر وارد ہوتا ہے۔ مسلمان کے لئے تو سال کا ہر دن، ہر مہینہ، ہر ہفتہ، ہر دن کا ہر لمحہ ایک خصوصی کیفیت رکھتا ہے۔ اسلام کسی دن سے، کسی سال سے، کسی تاریخ سے، کسی مہینے سے متاثر نہیں ہوتا بلکہ خود اسلام سے ہر چیز اثر پذیر ہوتی ہے اور اسلام صرف اور صرف ان باتوں اور ان کاموں کا نام ہے، ان عقیدوں اور ان تعلیمات کا نام ہے جو آقائے نامدار ﷺ نے تعلیم فرمائیں اور جو آقائے نامدار ﷺ کی اس دنیوی زندگی میں تکمیل پذیر ہوئیں اور مکمل ہوئیں اس کے بعد کا کوئی واقعہ کوئی سانحہ کوئی حالت دین کو متاثر نہیں کرتی۔

حضور ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد "انقطاع الوحی" وحی کا آنا منقطع ہو گیا۔ آسمانوں سے کسی حکم کے نازل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور جو نازل ہو چکا تھا اسے کوئی تبدیل کر نہیں سکتا۔

تاریخ میں ہمیں بے شمار واقعات ملتے ہیں اور اب تو پندرھویں صدی بھی اپنے چھ سال گزار چکی ہے ساتویں سال میں جا رہی ہے سب سے پہلے مسلمانوں کا خون مکہ کی سرزمین پر گرا۔ تب سے لیکر اب تک تاریخ کے اوراق کم ہیں اور مسلمانوں کی شہادت کے واقعات زیادہ ہیں۔ زمین کے چپے چپے کو انہوں نے اپنی پیشانیوں سے منور کیا ہے اور ہر سال کا ہر مہینہ اور ہر مہینے کا ہر دن اس امت کے مجاہدوں، عبادات، نیکی، ورع وتقویٰ اور احسانات کی زندہ یادگار ہیں۔

لیکن یہ سب کیوں ہوتا رہا؟ اس لئے کہ حضور اکرم ﷺ نے صرف زبانی دین ہی نہیں سمجھایا۔ یہ تاریخی واقعات جن میں مسلمانوں کی فتوحات بھی شامل ہیں جو تاریخ میں اپنی مثال آپ ہیں کیا یہ کم عجوبہ ہے کہ مٹھی بھر خانہ بدوشوں نے صحرائے عرب سے اٹھ کر چند برسوں میں چین سے لیکر ہسپانیہ تک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا علم بلند کر دیا اس دور میں، جب یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔

برصغیر کے اس خطے میں جہاں ہم بیٹھے ہیں ایک یتیم بچی نے مسلمانوں کے حاکم کو پکارا تھا اور اس ایک یتیم بچی کی پکار پر آنے والے مسلمان اپنے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کے فیوض وبرکات کو لائے اور صدیاں بیت گئیں یہ ملک اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ کہہ رہا ہے۔

پھر یہی تاریخ ہمیں مسلمانوں پر مظالم کی داستان بھی سناتی ہے۔ سب سے پہلے اور سب سے زیادہ متاثر کرنے والے وہ مظالم ہیں جو حضور اکرم ﷺ کی آنکھوں کے سامنے مسلمانوں پر توڑے گئے۔ تیرہ سالہ مکی زندگی میں وہ کونسا ظلم ہے جو انہوں نے برداشت نہ کیا اور تب سے لیکر اب تک دنیا کے ہر گوشے، ہر خطے میں جہاں مسلمان غالب ہوا وہاں عدل وانصاف کا دور دورہ ہوا اور کافر بھی اس کی برکات سے مستفید ہوا۔ جہاں بھی اور جس دن بھی مسلمان مغلوب ہوا وہی دن اپنے پہلو میں ایک دردناک تاریخ رکھتا ہے۔ یہی فلسطین جس پر عیسائیوں نے قبضہ کیا تھا پر کیا کم ظلم کیا تھا اور سپین جہاں آج نام کا مسلمان نہیں ملتا یہاں صدیوں مسلمانوں کی حکومت رہی اور تاریخ کے ان اوراق کو دیکھا جائے جو وہاں سے مسلمانوں کی مغلوبی اور مسلمانوں کے نکالے جانے کے حالات بیان کرتے ہیں تو یوں نظر آتا ہے کہ تاریخ کے اوراق سے بھی خون ٹپکتا ہے۔

لیکن یہ سارے واقعات، یہ سارے حالات نہ دین میں کوئی اضافہ کر سکتے ہیں اور نہ دین میں کوئی کمی کر سکتے ہیں۔ یہ سب کیا ہے؟ یہ ساری تاریخ ہے اسلام کی، جس میں مسلمانوں کی جرات وبہادری بھی ہے، مسلمانوں کا عدل وانصاف بھی ہے مسلمانوں کا

ورع و تقویٰ ہی ہے اور مسلمانوں کی قوت برداشت ایثار اور ان کی قربانیاں بھی درج ہیں تو یہ ساری باتیں مسلمان کا مرنا یا اس کا جینا اس کا قتل ہونا یا اس کا قتل کرنا اس کا شکست سے دوچار ہونا یا اس کا فاتح ہونا یہ سب کیا ہے۔ یہ صرف اس دین کی بقا کے لئے ہے جو حضور اکرم ﷺ نے ہم تک پہنچایا۔ کسی بھی ہستی کی کوئی بھی قربانی دین کو بدلنے کے لئے نہیں ہے۔ دین کو تبدیل کرنے کے لئے جو کوشش بھی ہے وہ کسی غیر مسلم کی تو ہو سکتی ہے' کسی کافر کی یہ محنت تو ہو سکتی ہے کہ دین میں کوئی تبدیلی پیدا کی جائے۔ لیکن مومن کی ہر سانس' اس کا زندہ رہنا' اس کا مرنا' اس کا مال' اس کی جان' اس کی ہر حرکت اسی دین کی بقا کے لئے ہے جو آقائے نامدار ﷺ نے پیش کیا اور ایک بنیادی عقیدہ جو ہے اسلام کا میں نے پچھلے سے پچھلے جمعہ میں عرض کیا تھا۔ وہ یاد دہانی کرادوں وہ یاد رکھنے کے قابل ہے اور وہ یہ ہے جسے قرآن کریم نے بھی دہرایا ہے

اِنْ کَانَ آبَاؤُکُمْ وَاَبْنَاؤُکُمْ عَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُکُم
احب الیکم اللہ ورسولہ ....

کہ تمہیں ماں' باپ' بیٹے' بھائی' رشتے داریاں' خاندان یا مال و دولت یا دنیا کی کوئی شے بھی' یہ نہیں کہا کہ سرے سے عزیز نہ ہو کیونکہ یہ تو فطری بات ہے کہ انسان کو اپنے احباب کی' اپنی اولاد کی ضرورت ہوتی ہے' اپنے مال سے بھی الفت ہوتی ہے' ہر چیز پیاری ہوتی ہے۔ یہ ضرور ہو کہ ان سے محبت ہو لیکن یہ شرط لگا دی ہے کہ اگر یہ چیزیں اللہ اور اللہ کے رسول کی نسبت زیادہ محبوب ہو جائیں پھر انتظار کرو موت کا کہ جب اللہ تجھ سے حساب لے گا۔ اس کی شرح حضور ﷺ نے اپنی حدیث مبارک میں فرمائی جس کا ترجمہ یوں بنتا ہے۔

تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا لا یومن احدکم یعنی بڑے عجیب الفاظ ہیں حدیث کے' اس وقت تک کوئی شخص بھی تم میں سے ایماندار نہیں ہو سکتا احب الیکم من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ جب تک رسول اللہ ﷺ کی محبت والدین اولاد اور دنیا کے ہر فرد کی محبت پر غالب نہ ہو جائے کوئی شخص ایماندار نہیں ہو سکتا۔

اب اس دور میں لوگوں نے مختلف افراد کے ساتھ' مختلف ہستیوں کے ساتھ' وہ درجہ محبت کا جوڑ لیا ہے جو صرف رسول اللہ ﷺ کا حق ہے اور لوگ رسول اللہ ﷺ کو بھی تب پہچانتے ہیں جب انہیں ان کے محبوب کے حوالے سے یاد دہانی کرائی جائے۔ جس طرح عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا باپ سمجھ کر پہچانتے ہیں ان کی محبت ساری تو اس فرضی فرد کے ساتھ ہے جسے وہ خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ اور خدا کی حیثیت ان کے ہاں ثانوی ہو گئی ہے یعنی ان کا لین دین تو براہ راست اس بیٹے سے ہے جو اپنے خیال کے مطابق وہ سمجھتے ہیں کہ ہم میں مبعوث ہوا اور ہماری ساری ضروریات پوری کر رہا ہے۔ اب خدا کو چونکہ اس کا باپ قرار دیتے ہیں یہ عیسیٰ کا باپ ہونے کے ناطے خدا کو پہچانتے ہیں۔

اسی طرح بدنصیبی سے مسلمانوں نے بھی مختلف ہستیوں کو اپنا قبلہ حاجات سمجھ لیا' اپنی مغفرت کا مرکز بنا لیا اور حضور اکرم ﷺ کی محبت ان محبتوں کے تابع ہو گئی۔ جب آپ کی محبت تابع ہو گئی تو آپ کا لایا ہوا دین بھی ثانوی حیثیت اختیار کر گیا۔ اور مقدم وہ رواج ہو گئے جو ان ہستیوں کے نام پر لوگوں نے شروع کر رکھے ہیں۔ جس طرح عیسیٰ علیہ السلام نے یہ مذہب نہیں سکھایا' یہ تعلیم نہیں دی جو عیسائیوں کے پاس ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کے کسی بھی پیشوا نے' کسی بھی رہنما نے' کسی بھی بزرگ نے' کسی بھی عالم یا فاضل انسان' کسی بھی صدیق یا شہید نے یہ تربیت نہیں کی کہ میری قربانی سے تم ایک نیا اسلام شروع کر دو۔ لیکن لوگوں نے جذبات کی رو میں آکر یہ کر ڈالا۔ یہ محض ایک جذباتی فیصلہ تھا۔ کسی واقعہ پر محض جذبات متاثر ہوئے اور اس رو میں آکر مختلف لوگوں نے اپنی عقیدت کے اظہار کے لئے مختلف رسوم شروع کر دیں۔ جب وہ شروع کیں تو ان کی عقیدت وہاں اتنی پختہ ہو گئی کہ حضور ﷺ کا دین ان رسوم و روایات کے نیچے دب گیا۔ مقدم ان روایات کو سمجھا جانے لگا اور دین بالکل اس کے پیچھے دفن ہو گیا' ڈوب گیا۔

اسی طرح مقدم وہ ہستی ہو گئی۔ اب کسی نے صحابہ کرام میں سے کسی ہستی کو اپنی محبت کا مرکز بنایا یہ نہ سوچا کہ ہر صحابی کا مرنا جینا تو

حضور ﷺ کی غلامی کے لئے تھا تو جب ان میں سے ہم کسی کو اپنا محبوب قرار دیتے ہیں تو حق یہ ہے جو ان کا بھی محبوب ہے وہ ہمیں محبوب تر ہو۔ انصاف تو یہ ہے تاکہ جس کے حوالے سے صحابہ' صحابہ بنے جس کے نور نبوت نے انہیں یہ کمال بخشا' اور جس کی غلامی کو انھوں نے ہمیشہ سرمایہ افتخار جانا' جو ان کا بھی محبوب ہے وہ ہمیں محبوب تر ہونا چاہئے۔ لیکن یہاں غلطی یہ ہوئی کہ ساری محبت وہاں ایک نام پر جاکر جمع ہو گئی اور پھر جوش محبت میں یا اپنی طرف سے محبت کے اظہار کے طور پر جو سوچا گیا وہ نرا اپنی طرف سے سوچ لیا گیا کہ میں فلاں شخص کو محبوب رکھتا ہوں اس لئے یہ کام کرونگا تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ اسے فلاں سے محبت ہے۔ اب اس دوڑ میں لوگ اتنا دوڑے' اتنا دوڑے کہ خدا' خدا کا رسول' خدا کی کتاب' خدا کا دین پیچھے چھوڑ گئے۔ یعنی جو مطلوب تھا وہ سامنے سے اوجھل ہو گیا اور فرضی اور رسمی چیزیں دین کے نام پہ رواج پا گئیں۔ اور یہ بد نصیبی کی انتہا ہے۔

ایک چھوٹا سا واقعہ جو ابھی تک میرے ذہن میں موجود ہے۔

ہم ایک روز ڈلوال اڈے پر کھڑے تھے ایک بوڑھی سی عورت کسی عزیز کو رخصت کرنے آئی تھی جیسے ہمارے ہاں رواج ہے کوئی جانے والا ہو تو گھر کے افراد اسے موٹر پر بٹھانے آتے ہیں۔ وہ جب اسے الوداع کہہ رہی تھی تو اس نے خدا کے نام سے شروع کیا کہ میرے بیٹے خدا کے حوالے' اللہ کے نبی کے حوالے' پھر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حوالے پھر کوئی پانچ چھ مقدس بزرگوں کے نام گننے کے بعد وہاں ایک چھوٹا سا مزار ہے' ڈھیری پر اسے ڈھیری والا فقیر کہتے ہیں تو بالآخر اسے اطمینان تب ہوا جب اس نے اسے ڈھیری والے کے سپرد کیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس نے سارے نام محض رسماً" لئے ہیں اس کا اعتماد صرف اس قبر پر ہے یعنی آپ نے جب اسے اللہ کے سپرد کر دیا' بات ختم ہو گئی۔ سبھی کچھ تو اللہ کے سپرد ہے پھر اگر تو نے اسے رسول اللہ ﷺ کے حوالے دے دیا تو آپ ﷺ کے نام نامی کے بعد کسی اور کے نام کی گنجائش کب رہتی ہے لیکن یہ تب ہوتا ہے جب رسول اللہ ﷺ سے تعلق ہو' آپ کی عظمت دل میں موجود ہو۔ محض نام ہو تو کچھ نہیں۔ تو یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہمارے مزاج کا اظہار کرتی ہیں۔

میں یہاں اپنی زمین پر بیٹھا تھا میرا ایک مزارع وہاں موجود تھا باتیں ہو رہی تھیں۔ تو باتوں باتوں میں شاید یہی وقت ہو یا کوئی اور تو بات صحابہؓ کی چلی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اس نے بڑی عامیانہ سی بات کہی اس نے غالباً" رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے کی تکلیف گوارا نہ کی۔ عام سا نام لے کر ابوبکر کا تذکرہ تو کر دیا۔ یہاں میاں فضل مرحوم کے پاس وہ جایا کرتا تھا تو بات کرتے ہوئے اس نے کہا کہ ایک بار انھوں نے اپنی مبارک زبان سے یوں فرمایا۔ میں یہ اعتراض نہیں کرتا کہ اس نے اس کا ادب کیوں کیا لیکن جب وہ اتنا ادب و احترام ایک مجذوب کے لئے روا رکھتا ہے تو ابوبکر صدیقؓ کا رتبہ بہت بلند ہے وہاں کیوں عام سی بات کر دی۔ اس لئے کہ وہ جانتا ہی اس کو ہے ابوبکر صدیقؓ کا اس نے صرف نام سنا ہے ان کی عظمت سے آشنا ہی نہیں۔ یہ معمولی سی بات ہے' یہ انسانی مزاج کی عکاسی ہے۔ ورنہ مسلمان کے لئے جب محمد رسول اللہ ﷺ کا نام آجائے تو ساری محبتیں نچھاور ہو جاتی ہیں۔ پھر صحابہ کیوں پیارے لگتے ہیں اس لئے کہ حضور کے صحابہ ہیں اہل بیت سے کیوں محبت ہوتی ہے اس لئے کہ حضور ﷺ کے اہل بیت ہیں۔ اور آپ ﷺ سے آپ ﷺ کی اولاد سے کیوں محبت ہوتی ہے اس لئے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی اولاد ہے۔ نہ اس لئے کہ حضور ﷺ کے دین کو چھوڑ دیا جائے اور راستے میں سے کسی کو لے کر چل نکلے۔ کوئی پیر' کوئی عالم' کوئی شیخ' کوئی مولوی' کوئی مدرس کیوں عزت کا مستحق ہے۔ پیر اس لئے محبت کا مستحق ہے کہ وہ حضور ﷺ کا غلام ہے اور آپ ﷺ کی طرف رہنمائی کرتا ہے اگر ایسا نہیں ہے تو کوئی بھی شخص کسی عزت کا مستحق نہیں مولوی یا عالم کیوں عزت کا مستحق ہے اس لئے کہ وہ ہم تک حضور ﷺ کی تعلیمات پہنچاتا ہے اگر ایسا نہ ہو تو نرا مولوی کسی عزت کا مستحق نہیں۔ اگر تو بات یہاں رہے تو پھر تو انسان دین پر گامزن ہے اور اگر یہ تاریخی واقعات اپنے اندر سے رسومات اور رواجات پیدا کرنا شروع کر دیں تو پھر اس رسومات کی کوئی انتہا نہیں۔ کوئی ایسا نقطہ نہیں جہاں جا کر یہ رکیں۔ آپ کو کوئی ایک

شہید عزیز ہوگا کسی دوسرے کو کوئی دوسرا شہید عزیز ہوگا۔ تیسرے کو کوئی اور عزیز ہوگا۔ پھر ہر قبیلے میں' ہر صوبے میں' ہر گھر میں' شہداء موجود ہیں اور شہداء تو اتنے ہیں اسلام میں کہ شمار نہیں۔

حضور ﷺ کا ظہور ہوا مدینہ میں۔ جزیرۃ العرب سے آپ نے قدم اطہر کو باہر نہیں نکالا وہیں وصال فرمایا اور اب تک وہیں گنبد خضراء میں آپ ﷺ تشریف رکھتے ہیں یہ دور ایسا بد نصیبی کا ہے کہ خود ذات رسول ﷺ بھی موضوع بحث ہے۔ چونکہ آپ ﷺ کی نبوت ورسالت ہمیشہ کے لئے ہے اس لئے آپ کی تمام برکات ہمیشہ کے لئے اور ساری انسانیت کے لئے ہیں۔ آج بھی وہاں ویسے ہی انوارات بٹتے ہیں جیسے جب حضور ﷺ اس عالم فانی میں تشریف فرما تھے جلوہ افروز تھے تو جو فیضان تھا جو برکات تھیں وہی برزخ میں حضور ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد موجود ہیں ان میں کوئی تغیر کوئی تبدل کوئی فرق نہیں آیا۔ نہ حضور ﷺ کے فیضان وبرکات میں' نہ آپ کی نبوت ورسالت میں' نہ آپ کے وجود مبارک میں' نہ آپ کے روح اطہر میں۔ اسی طرح روح اطہر کے ساتھ وہ وجود مقدس برزخ میں ویسے ہی زندہ ہے جیسے دنیا میں تھا۔ اور روضہ اطہر میں' قبر اطہر کے اندر اسی طرح کی زندگی موجود ہے جیسی دنیا میں تھی یہ اور بات ہے کہ دنیا میں زندگی پر احکام دنیا کے تھے' گرمی' سردی' کھانا' پینا' سونا' جاگنا یہ اس عالم کا تھا جب وہاں تشریف لے گئے تو ساری چیزیں اس عالم کی ہوگئیں۔ سونا' جاگنا' کھانا' پینا' اٹھنا' بیٹھنا وہ اس عالم کا ہے لیکن زندگی میں کوئی تغیر نہیں آیا زندگی ویسی کی ویسی ہے۔

توبہرحال آپ کی برکات کی شہادت اس بات سے ملتی ہے کہ حضور تو جزیرۃ العرب سے باہر تشریف نہ لائے لیکن ان بھوکے اور افلاس زدہ پٹھانوں کو کس نے آپ کا گرویدہ کر دیا ہے کہ آج پندرھویں صدی میں بھی انہوں نے یہ تاریخ زندہ کر دی جس طرح صحرائے عرب کے چند بھوکے پیاسے اور خالی ہاتھ دیوانوں نے قیصر وکسریٰ کو ناکوں چنے چبوا دیے۔ کیا آج کے ایٹمی دور میں کیا کوئی سوچ سکتا ہے کہ اتنی جرات سے چند سر پھرے روس جیسی سپر طاقت کو اس طرح ذلیل کریں گے۔ ان کے پاس سوائے محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کے کیا ہے کچھ بھی تو نہیں اور آج اگر یہ لوگ ہتھیار پھینک کر روس کی اطاعت کرلیں تو وہ انہیں لاکھوں کروڑوں روپے دینے کو تیار ہیں۔ وہ ان کے سامنے ساری دنیا کے خزانے رکھنے کو تیار ہے۔ بات تو صرف اتنی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے تعلق توڑ لو اور جو میں کہتا ہوں وہ کرو۔ تو وہی تعلق انہیں کتنا عزیز ہے۔ کیا آج وہ مال اولاد بیوی بچوں کے ساتھ شہید نہیں ہو رہے۔ ان میں بڑے بڑے رئیس بھی ہیں' بڑے بڑے جاگیردار بھی ہیں' بڑے بڑے امراء بھی ہیں۔ ان کی جاگیریں گئیں' جائیدادیں گئیں' مال گیا' اولاد گئی' بیوی بچے خانہ بخانہ دربدر ٹھوکریں کھاتے ہیں لیکن وہ محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنا تعلق توڑنے کو تیار نہیں۔

یہی حال آپ پوری دنیا کا ہے جہاں جہاں کوئی مسلمان موجود ہے پوری دنیا کا ہر ظلم برداشت کر رہا ہے...... اگر آج کا مسلمان مال جان اولاد قربان کر سکتا ہے تو صحابی تو بدرجہ اولیٰ کر سکتا ہے کہ اس نے اپنی آنکھوں سے حضور ﷺ کو دیکھا اپنے کانوں سے آپ کے ارشادات سنے اور خود حضور ﷺ کی صحبت سے مستفید ہوا وہ نہ کرے گا تو کون کرے گا۔ اور اگر خانوادہ نبوت میں سے کسی نے قربانی دی تو اس کا حق بنتا تھا اسے زیب ہی یہی دیتا تھا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یکم محرم کو شہید ہوئے عمرؓ کا نام لینا آسان نہیں ہے عمرؓ ایک انقلاب کا نام ہے عمرؓ ایک فرد نہیں ہے عمرؓ ایک تاریخ ہے ایک ایسی تاریخ جس کی مثال روئے زمین پر نہیں ملتی۔ اپنے دس سالہ دور حکومت میں جس شخص نے حکمرانی کے قوانین مرتب فرمائے اس کے محکموں اور وزارتوں کی تقسیم فرمائی پندرہ صدیاں گزر گئیں کوئی شخص آج تک ان پر اضافہ نہیں کر سکا۔ اسی شخص نے سب سے پہلے مردم شماری کو رائج کیا اسی شخص نے سب سے پہلے زمین کی پیمائش رائج کی۔ اسی شخص نے ملک کو' صوبوں' ضلعوں' تحصیلوں میں تقسیم کیا۔ آج تک وہی اصول چلا آرہا ہے۔ یعنی پوری انسانیت اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں پیش کر سکی۔ کوئی اسے مانے یا نہ مانے' کوئی عیسائی ہو یا یہودی ہو'

طرز حکومت اسی کا اپنانے پر مجبور ہے۔ اس نے محکموں کو تقسیم کیا تھا۔ یہ فوج ہے' یہ پولیس ہے۔ آج تک وہی قاعدہ چل رہا ہے یہ مقامی انتظام کے لئے دوسرے لوگ ہیں' سرحدوں پر لڑنے کے لئے دوسرے لوگ ہیں۔ ایک ایسا شخص جس کی فوجوں نے اس دور جہالت میں بائیس لاکھ مربع میل علاقہ فتح کیا جس میں 35 ہزار بت بڑے بڑے شہر تھے قصبوں اور دوسری آبادیوں کا تو شمار بھی ممکن نہیں۔

عجیب بات تو یہ ہے کہ اتنی فتوحات اس قلیل عرصے میں تمام اصلاحات کے باوجود ہیں۔ لیکن اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ اس پورے بائیس لاکھ مربع میل علاقے میں سے کسی کافر کی آواز بھی اس شخص کے خلاف تاریخ کے صفحے پر بلند نہیں ہوتی کہ میرے ساتھ ظلم ہوا یا میری آبرو لٹ گئی یا میرا مال لٹ گیا۔ کیا یہ ممکن ہے؟ لیکن یہ سب کچھ ممکن ہوا۔

یہ سارا کمال اسے کہاں سے ملا؟ محمد رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دینے سے' عمرؓ کو فاروق' محمد رسول اللہ ﷺ نے بنایا۔ ابوبکرؓ کو صدیقؓ محمد رسول اللہ ﷺ نے بنایا۔ عثمانؓ کو غنی محمد رسول اللہ ﷺ نے بنایا اور علیؓ کو مرتضیٰ حضرت محمد ﷺ نے بنایا۔ اگر حضور مبعوث نہ ہوتے تو عرب کے ریگزاروں میں یہ لوگ بھی اسی طرح پنہاں ہو جاتے جس طرح ان کے آباؤ اجداد ہو گئے تھے اگر حضور اکرم ﷺ مبعوث نہ ہوتے تو جزیرۃ العرب سے یہ عظیم قوم کبھی پیدا نہ ہوتی۔ نہ کوئی حسنؓ حسنؓ بنتا نہ کوئی حسینؓ حسینؓ بنتا۔ سب کو ہر ایک کو جو کچھ ملا صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی ایک ذات سے۔ اور ان سب کی یہ قربانیاں ان سب کے یہ تاریخی کارنامے محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کے نقوش کو گہرا کرنے کے لئے تو ہیں مٹانے کے لئے نہیں ہیں۔ کیا یہ جائز ہے کہ یکم محرم کو فاروق اعظمؓ کی شہادت کا دن قرار دے کر ہم حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کو پامال کرتے ہوئے اپنی طرف سے ایک طریقہ ان کی یاد کا ایجاد کر لیں اور پھر اسے اس حد تک بڑھائیں کہ عقائد میں عبادات میں معاملات میں خود مختار ہو کر ایک نیا دین وضع کر لیں کیا درست ہے؟

اس مدینہ منورہ میں آپ اندازہ کریں فاروق اعظمؓ کی شہادت کا عجیب بات ہے ایک ایسا شخص جس کی ہیبت سے بڑے بڑے سلاطین لرزہ براندام تھے۔ اپنے دارالخلافہ میں' اپنی مسجد میں' مسجد نبوی میں شہید کر دیا جاتا ہے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت آپ کے سامنے ہے۔ حضرت عثمانؓ وہ ہستی ہیں جنہیں حضور نبی کریم ﷺ کی دو بیٹیوں سے نکاح کرنے کا شرف حاصل ہوا اس لئے انہیں ذوالنورین کہتے ہیں' دو نوروں کا مالک' دو نوروں والا۔ ایک ایسی ہستی کو جو حدیبیہ میں جب بیعت کے موقع پر حضور اکرم ﷺ نے جان نثاری کی بیعت لی تو آپ مکہ میں حضور ﷺ کی سفارت کے لئے گئے ہوئے تھے تو سب نے جب بیعت کی تو آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے ہی ہاتھ پہ رکھ کر فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے میں اس کی طرف سے بیعت کرتا ہوں ایسا شخص جس سے فرشتے حیا کرتے تھے اور ایک ایسی ہستی جو ہمیشہ ہر مشکل وقت میں مسلمانوں کے کام آئی اس کی دولت بارش کی طرح مسلمانوں پر برسی اور نچھاور ہوئی۔ مسلمانوں کو پانی کے کنویں تک خرید کر دینے والا۔ 45 دن سے اوپر تک اسی مدینہ میں پیاسا بیٹھا رہا چند سو افراد کے ہاتھوں حالانکہ لاکھوں تک اس کی اپنی سپاہ تھیں۔ لیکن کیا عجیب شخص تھا کہ کہتا تھا کہ یہ مدینہ منورہ حرم رسول ہے میں اس میں فساد نہیں پیدا کرنا چاہتا اور طاقت قوت اور فوج رکھتے ہوئے اس خیال سے اپنی فوج کو مدینہ منورہ میں استعمال نہیں فرمایا کہ کہیں دین کے حصے نہ ہو جائیں اگر مسلمانوں کے حصے بخرے ہو گئے تو دین پیامبر ﷺ بھی بٹ جائے گا دین پر حرف آئے گا خود کو نچھاور کر دیا۔ سارا خاندان قربان کر دیا طاقت فوج اور سپاہ رکھتے ہوئے لیکن اس اندیشے کے پیش نظر کہ میں مسلمانوں کو آپس میں لڑا دوں تو جب دو طبقے بنیں گے تو دو مذہب بن جائیں گے۔ تو گویا تمام فضیلت کے باوجود حضرت عثمانؓ کو زیب ہی یہی دیتا تھا کہ عثمانؓ کٹ جائے پیامبر ﷺ کا دین نہ کٹے۔ حق بھی یہی تھا۔

اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم جیسا عظیم انسان ایک بدبخت کے ہاتھوں شہید ہوا۔ تو کیا یہ ساری شہادتیں یہ سبق مہیا کرتی ہیں کہ کوئی عمر کی شہادت پر مذہب بنا لے کوئی عثمان کی شہادت

ﷺ کی غلامی چھوڑ دی کسی خاص گروہ کی غلامی اختیار کرلی تو تعلق اس کے ساتھ ہوا جس کی غلامی اختیار کی۔ اگر حضور اکرم ﷺ کو چھوڑ کر انہیں کوئی شخص اپنی بات ماننے پر مجبور کرتا ہو یا جو حضور ﷺ کی بات چھوڑ کر میری بات کو مانے گا وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس کا حضور ﷺ کے ساتھ تعلق نہیں ہے حضور ﷺ کے حوالے سے کسی کی بات کو ماننا مسلمانی ہے اس لئے کہ اس نے جو بات کہی ہے اس کی اپنی نہیں ہے بلکہ حضور ﷺ کی ہے یہ ہم تک یہ پہنچا رہے ہیں۔ یہ مسلمانی ہے۔ اور اگر حضور ﷺ کی ذات درمیان سے ہٹ جائے' حضور ﷺ کی بات درمیان سے ہٹ جائے مسلمانی تو ہٹ گئی' مسلمان تو نہ رہا۔

تو میرے بھائی دین وہی ہے جو حضور ﷺ نے پیش فرمایا۔ اس کے بعد تاریخ شروع ہوتی ہے اور تاریخ مذہب نہیں بیان کرتی تاریخ حالات بیان کرسکتی ہے واقعات بیان کرسکتی ہے کہ کوئی فاتح ہے کوئی مفتوح ہے کہیں مسلمانوں پر ظلم ہوا کہیں مسلمانوں نے عدل وانصاف کے جھنڈے گاڑے اور اللہ کی راہ میں حضور ﷺ کی محبت میں شہید ہونا تو ہر مسلمان کے دل کی آرزو رہی ہے اور رہے گی۔

بلکہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جس شخص کو ساری عمر یہ خیال پیدا نہ ہو کہ اے کاش میں بھی اللہ کی راہ میں شہید ہوجاتا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ تو میرے بھائی یہ آج کا وقت تو تمہید ہی کی نظر ہوا بہرحال یہ تمہید بھی اپنی جگہ ایک مضمون بن گئی ہے۔ یہ بھی انتہائی ضروری تھی اس لئے نہیں کہ میں آپ کو شیعہ سنی کے جھگڑے میں ڈالوں' اس لئے نہیں کہ دیوبندی بریلوی کے گھمسان میں پھنساؤں' صرف اس لئے کہ میں آپ کو دعوت کر دوں کہ اپنا تعلق محمد رسول اللہ ﷺ سے اتنا مضبوط کریں کہ دوسرا جو کوئی بھی پیارا لگے حضور کے واسطے سے پیارا لگے نہ یہ کہ حضور کو کسی دوسرے واسطے سے پہچاننا شروع کردو۔ بلکہ دنیا میں جو شخص بھی جو شے بھی جو قانون بھی جو عقیدہ اور جو عمل بھی آپ کو پیارا لگے وہ اس لئے لگے کہ یہ عقیدہ حضور ﷺ کا لایا ہوا ہے کوئی شخص پیارا اس لئے رہا ہے کہ یہ شخص حضور کے خاندان سے ہے یعنی جو شے بھی پیاری لگے حضور کے واسطے سے لگے۔ محبت کا محور و مرکز حضور ﷺ کی ذات ہو۔ جب آپ اس مقام پر پہنچیں گے تو آپ کو پتا چل جائے گا کہ یہ گروہ بندی فرقہ بازی بہت نیچے نیچے ہے۔

آپ میں سے اکثر احباب نے تجربہ کیا ہوگا کہ جہاز اڑ رہا ہوتا ہے۔ دور اس سے بہت نیچے بارش ہو رہی ہوتی ہے' طوفان چل رہے ہوتے ہیں۔ بارش موسلادھار ہو رہی ہوتی ہے لیکن جہاں جہاز چل رہا ہوتا ہے وہاں دھوپ ہوتی ہے نیچے سمجھ آتی ہے کہ کہیں بارش ہو رہی ہے یا بادل پھر رہے ہیں۔

جب انسان کا تعلق آقائے نامدار ﷺ سے استوار ہو جائے اسے دور نیچے کہیں نظر آتا ہے کہ کہیں فرقہ بندی ہے' گروہ بندی ہے' مختلف لوگ الجھ رہے ہیں۔ وہاں کیا ہے۔ جس طرح وہاں جہاز والے کے سامنے سورج ہوتا ہے اسی طرح مومن کے سامنے محمد رسول اللہ ﷺ کا رخ انور ہوتا ہے۔ نہ وہاں جھگڑا ہوتا ہے نہ فساد۔ مرکز محبت جب ایک ہے تو پھر جھگڑے تو ختم ہوگئے۔ جھگڑے کی تو بات ہی نہ رہی۔ الجھن کی تو کوئی بات ہی نہ رہی۔ الجھن تو تب ہوتی ہے جب میں کہوں میری بات مانی جائے اور آپ کہیں میری بات مانی جائے۔ جب میں اور آپ متفق ہوجائیں کہ بات صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی مانی جائے گی تو جھگڑا کیسا۔ یہ سب جھگڑے بہت نیچے ہیں۔ آپ اپنے آپ کو اس سے اوپر نکال کرلے جائیں حضور ﷺ کے قریب۔ عقائد میں بھی اور اعمال میں بھی پھر آپ دیکھیں گے کہ فضا کتنی صاف اور جہاں کتنا پرسکون ہے۔

خداوند عالم سب مسلمانوں کو یہ سکون نصیب فرمائے۔

اویسیہ ایڈورٹائزرز

ہر قسم کے بینرز ' بورڈ ' نیون سائن

اشتہار بازی کا مکمل اور با اعتماد ادارہ

سلسلہ عالیہ کے ساتھیوں کیلئے خاص رعایت

پروپرائیٹر۔ زاہد ممتاز

نیشنل ہوٹل ' سرگودھا روڈ فیصل آباد فون نمبر 787594

زرعی زمین برائے فروخت

45 ایکڑ چاہی زمین

واقعہ موضع کوٹ میانہ

تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا

برائے رابطہ

مخدوم حفیظ احمد برادران فون 714239

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کوئی

پانچوں نمازوں کو باجماعت مسجد میں ادا

کرنے کا اہتمام کرے گا اسے اپنی ذمہ داری

پر بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل کریں گا

شیخ محمد شکیل قصوری

ٹائر ڈیلر فاطمہ جناح روڈ سرگودھا فون۔ 716266-713148

موبائیل۔ 03451-739858

نفاذ اسلام کیلئے خون بہانے سے گریز نہیں کریں گے اکرم اعوان

رپورٹ۔ محمد اسلم، مدیر ماہنامہ "المرشد"

حکومت نے اگر سی ٹی بی ٹی پر دستخط کئے تو یہ اس کا ذاتی فعل ہو گا قوم کا نہیں اور ہم حکومت سے ٹکرا جائیں گے تاہم صرف ایک صورت ہے کہ ہم سی ٹی بی ٹی پر دستخط کریں اور وہ یہ کہ پہلے ہمیں ایٹمی طاقت تسلیم کیا جائے پھر ہم بھی دوسری ایٹمی طاقتوں کے ساتھ ہی اس معاہدہ پر دستخط کر دیں گے ان خیالات کا اظہار تنظیم الاخوان پاکستان کے امیر اکرم اعوان نے 18 اکتوبر کو لیاقت باغ راولپنڈی میں ایک بڑے جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کیا انہوں نے کہا کہ حکومت قومی اسمبلی سے نفاذ اسلام کے نام پر جو پندرہویں ترمیم منظور کرا چکی ہے اسے سینٹ میں بھی پاس کرائیں اور ملک میں فوری طور پر نفاذ اسلام کا کام مکمل کریں ورنہ اس مقصد کے لئے ہم کربلا سجائیں گے اور ایسے سجائیں گے کہ لوگ صدیوں تک اسے یاد رکھیں گے انہوں نے کہا کہ حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے یزید نے ملوکیت قائم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اپنی بیعت کروانی چاہی تو حضرت امام حسینؓ نے انکار کر دیا اور نہ صرف اپنا پورا گھرانہ بلکہ سرور دو جہاں حضرت محمدؐ کے خاندان کا خون لٹا دیا ان کی یہ قربانی ظالم کے خلاف احتجاج تھا خاندانی نظام حکومت کے خلاف علم بغاوت تھا کیونکہ یزید جو کچھ کرنا چاہتا تھا اس کی اسلام میں گنجائش نہ تھی لہذا آپ نے سمجھوتہ نہ کیا اور باطل کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا میں کہتا ہوں کہ اگر اسلام کی خاطر حسینؓ اپنا خون لٹا سکتے ہیں تو ہمارے خون کی ان کے سامنے کیا حیثیت ہے کہ ہم اسے بہانے سے گریز کریں امیر اکرم اعوان نے کہا کہ اسلام کا پیغام پھیلانے کے لئے ہمیں کسی سہارے کی ضرورت نہیں کیونکہ جب حضرت محمدؐ کے منہ سے خون جاری تھا تو وہ لوگوں کو امن و سلامتی اور فلاح کا پیغام پہنچا رہے تھے اس دور میں نہ ریڈیو تھا نہ ٹی وی اور نہ ہی اخبار تھے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کی آواز اس طرح لوگوں تک پہنچی کہ صرف 23 سال میں ہسپانیہ سے چین تک اور ہند سے دنیا کے دوسرے کونے تک اسلام کی حکمرانی قائم ہو گئی بالکل اسی طرح اب بھی اسلام کا نظام دنیا پر قائم ہو گا میں ارکان سینٹ کو کہتا ہوں کہ وہ اپنی ذمہ داری پوری کریں اور اس بل کو پاس کریں کراچی میں حکیم سعید کے قتل کے بارے میں انہوں نے کہا کہ ایسا تو ہونا ہی تھا جب آپ قاتلوں اور دہشت گردوں کو یک جنبش قلم آزادی کا پروانہ جاری کر دیں گے تو انہوں نے باہر جا کر یہی کچھ کرنا ہے جو وہ کر رہے ہیں دہشت گردوں کے خلاف آپریشن کرنے والے ایک ایک پولیس آفیسر کو چن چن کر قتل کیا جا رہا ہے حکیم سعید کا قتل معمولی قتل نہیں ہے ایسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں اور قسمت سے ملتے ہیں مولانا محمد عبداللہ کا قتل قرآن و سنت کے ایک عالم کا قتل ہے لیکن حکمران کیا کر رہے ہیں لندن جاتے ہیں اور قاتلوں کا سربراہ میاں محمد نواز شریف اور چوہدری نثار اور چوہدری شجاعت کے اجلاس کی صدارت کرتا ہے حالانکہ الطاف حسین کے گناہ بہت بھاری ہیں انہوں نے کہا کہ جب اسلام کا نظام عدل آئے گا تو ایک ایک قاتل کو صرف تین دن میں پکڑ کر چوراہوں میں لٹکا دیا جائے گا انہوں نے کہا کہ میں بھلائی کو بھلائی کہتا ہوں اور برائی کو برائی کہتا ہوں وزیر اعظم نے بجلی سستی کر دی جو ایک اچھا اقدام ہے کہ انہوں نے آئی ایم ایف کی بات نہیں مانی لیکن اب یہ کمی واپس نہیں ہونی چاہیے کیونکہ ہماری اطلاع ہے کہ کچھ عرصہ بعد قیمت میں دوبارہ اضافہ کر دیا جائے گا انہوں نے کہا کہ حکومت تندور والوں کو سستی روٹی بیچنے پر تو مجبور کر رہی ہے لیکن اس طرح روٹی سستی نہیں ہو سکتی اس کے لئے حکومت کو سستی گندم اور آٹا فراہم کرنا ہو گا امیر اکرم اعوان نے علامہ ساجد میر کی جانب سے سی ٹی بی ٹی کی

باقی صفحہ 33 پر ملاحظہ فرمائیں

نذرانہ عقیدت

از مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحی حیدر آباد بھارت

حضرت اکرم ہمارے مرشد عالی مقام
فرش گیتی پہ خدا کی رحمت و نعمت تمام
ان کی ہر اک سانس ہے سرچشمہ علم و یقیں
یہ لنڈھاتے ہیں زمانے میں مئے عرفاں کے جام
ان کا سینہ ہے امین جلوہ قدس بریں
دور حاضر میں یہی ہیں بس طریقت کے امام
قرب حق سے شاد کام و سرخرو، سرشار دل
آپ کے گلزار کے ہیں خوشہ چیں ہر خاص و عام
در کفے جام شریعت، در کفے سندان عشق
فضل مولیٰ نے دیا ہے ان کو یہ اعلیٰ مقام
ہر دل مومن کی خواہش ہے کہ جاری قلب ہو
بزم اکرم میں یہ دولت بٹ رہی ہے صبح و شام
جادہ علم و ادب کے آپ میر کارواں
نازش قوم و وطن ہیں، وارث خیر الانامؐ
فکر و فن کے ہر ڈگر کے آپ ہی سالار ہیں
دہر میں اونچے ہیں سب سے آپ ہی کے کاخ و بام
مشعل نور و ہدایت آپ کی تحریر ہے
بہر تنفیذ شریعت آپ کے خطبے تمام
فن تفسیر و حدیث وفقہ و اسرار ورموز
دسترس ہے سارے فن پہ آپ ہیں ہر فن امام
تزکیہ، تعلیم و دعوت اور نظم و اتحاد
آپ کی ہیں زندگی کے یہ جلی عنواں مدام
آپ کی تفسیر قرآں ایک بحر بیکراں
ندرت و تحقیق کے کوکب نہیں، بدر تمام
ہر عبارت سہل وشیریں، دلنشیں ہر بات ہے
کوثر و شبنم سے دھویا ہوا طرز کلام
نعرہ حق آپ کا ہے صور صالح انقلاب
مژدہ راحت فزا تنظیم الاخوان کا پیام
رات ہے رشک قمر اور دن ہے رشک آفتاب
نور افگن صبح ان کی، مشک افشاں ان کی شام
صحبت شیخ مکرم ہو بہو الماس ہے
فیض سے لگ جاتے ہیں بے دام پتھر کے بھی دام
ملتقیٰ سارے طرق کا ہے اویسی سلسلہ
محفل قرب آفریں و بزم اسلاف کرام
آپ کے مرشد ولی باصفا اللہ یار
جو اویسی سلسلہ کے ہیں مجدد لا کلام
ارتقائے روح کا منظر یہاں ہے دیدنی
پل میں رشتہ عالم بالا سے جڑ جاتا ہے تام
جس کا جی چاہے چڑھا لے آکے جام سرخوشی
میکدے کا در کھلا ہے رات دن اور صبح و شام
میکدہ بردوش ان کی ہر نگاہ دلبری
ان کے میخانے کا شہرہ پاک سے تاہند و شام
غنچہ و گل، قمری و بلبل سبھی ان پر نثار
گلشن احمدؐ کے یہ ہیں مالی ذی احترام
رند بھی، ساغر سبو بھی ان کے ممنون کرم
ابر بھی ساون کا ان کو جھک کے کرتا ہے سلام
کر رہا ہے صدق دل سے اے خدا تجھ سے دعاء
مصطفیٰ جو بے نوا ہے ان کا اک ادنیٰ غلام

شجرہ سلسلہ اویسیہ

خورشید احمد قاسمی (بھارت)

ہیں سب محامد سب ثنائیں اس خدا کے واسطے
پھر سب نعوت جانفزا خیرالوریٰؐ کے واسطے

مشکل کشائی کر خدا خیرالوریٰؐ کے واسطے
صدیق اکبرؓ یار غار مصطفیٰؐ کے واسطے

کر دوستی اپنی عطا' دل ماسوا سے دے ہٹا
حضرت حسن بصریؒ امام الاولیاء کے واسطے

سینہ مرا معمور کر' تو معرفت کے نور سے
داؤد طائی' صاحب صدق و صفا کے واسطے

ہو انبیاء و اولیاء صدیق وصالحین کا ساتھ
بغداد کے حضرت جنیدؒ باخدا کے واسطے

کر دے رہا شیطان لعین ونفس کے ہر جال سے
حضرت عبیداللہؒ احرار اتقیا کے واسطے

اک جام دے خمخانہ اہل تصوف سے مجھے
اس عبدرحمانؒ جامی مست خدا کے واسطے

مجھ کو بنا دیں دار صالح نیک خو رب العلیٰ
مثل ابو ایوب صالحؒ با صفا کے واسطے

عرفان حق کر دے عطا' راہیں مری روشن رہیں
اللہ دین مدنی حق آشنا کے واسطے

ظلمات گمراہی مٹا دے' باب رحمت کھول دے
عبدالرحیم رحم دل اہل رضا کے واسطے

دونوں جہاں میں شاد رکھ' اس بندہ ناچیز کو
اللہ یار خاںؒ قلزم فیوضات ھدی کے واسطے

ریختہ کی مشکلیں آسان کر دے اے خدا
شیخ المکرم اکرم اعوان ما کے واسطے

الحبیب جیولرز

زیورات کی خرید و فروخت کا با اعتماد ادارہ

پروپرائیٹر
محمد اجمل

ریل بازار فیصل آباد فون:۔ 615693

لودھی برادرز

PSO

PSO ڈسٹری بیوٹر

ہول سیل ڈیلر

لائٹ ڈیزل، کیروسین، فرنس آئل، موبل آئل

پروپرائٹرز

شمس الرحمن خاں لودھی
نور الرحمن خاں لودھی
حفیظ الرحمن خاں لودھی

لال مل چوک فیکٹری ایریا فیصل آباد فون:- 618946-624353 موبائل:- 0341-7651946

بقیہ صفحہ 29 سے آگے

حمایت میں رسول پاکؐ کی زرہ گروی رکھنے کے واقعہ کو مثال پیش کرنے پر کہا کہ ساجد میر صاحب عالم ہیں انہیں اس طرح لوگوں کو گمراہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ حضور پاکؐ نے اپنی زرہ گروی رکھی تھی تو یہ ان کا ذاتی معاملہ تھا زرہ ان کی اپنی تھی اور انہوں نے اپنے مسائل کے لئے گروی رکھی تھی یہ زرہ حکومت مدینہ کی ملکیت نہ تھی جبکہ ایٹمی پروگرام نہ صرف قوم بلکہ عالم اسلام کی ملکیت ہے اسے فرد واحد گروی نہیں رکھ سکتا علامہ ساجد میر کی مثال اور موجودہ صورت حال میں بہت فرق ہے انہوں نے لغاری کی ملت پارٹی کی جانب سے شریعت بل کی مخالفت پر کہا کہ لعنت ہے ایسی سیاست پر انہوں نے اپنے دور صدارت میں تو کچھ بھی نہ کیا اور اب وزیراعظم بننے کے لئے عوام کو چکر دے رہے ہیں اور شریعت کی مخالفت پر اتر آئے ہیں انہوں نے لاہور میں عاصمہ جہانگیر کی جانب سے شریعت بل کی مخالفت میں نکالے جانے والے جلوس جس میں اجمل خٹک نے بھی شرکت کی تھی پر کہا کہ یہ این جی اوز یہودی ایجنٹوں کے اڈے ہیں اور اجمل خٹک کو تو اسلام سے ویسے ہی الرجی ہے امیر اکرم اعوان نے کہا کہ پچاس سال بعد حکومت نے شریعت کے نام پر کوئی بل پاس کیا ہے اور اگر انہوں نے ملک میں شریعت نافذ کردی تو ہم ان کے خادم ہوں گے ورنہ یاد رکھیں کہ ان کو بھی کربلا سے گزرنا ہوگا اس کربلا سے جو رب کی دھرتی پر رب کا نظام نافذ کرنے کے لئے ہم سجائیں گے۔

آپ کی گاڑی کا محافظ

جہانگیر آٹوز

کار مرمت کا با اعتماد ادارہ

پروپرائیٹر۔ حاجی جہانگیر۔ محمد ندیم

جڑانوالہ روڈ فیصل آباد فون 710616

وزائرہ عمرہ حاصل کیجئے

سلسلہ عالیہ کے احباب عمرہ پر جانے کے لئے رابطہ کریں ○ ہم آپ کو گروپ کی صورت میں حرمین شریفین کے سفر پر روانہ کریں گے ○ گروپ کم سے کم تین ساتھیوں پر مشتمل ہوگا' آپ جہاں بھی ہوں ہم گھر تک سروس دیں گے ○ فون کے ذریعے یا ڈاک کے ذریعے رابطہ کریں

○ انشاء اللہ ○ ساتھیوں کیلئے رعایتی پیکج ہوگا

○ حفیظ الرحمٰن ○ العروج انٹرنیشنل ٹریولز' اکال والا روڈ' ٹوبہ ٹیک سنگھ

فون نمبرز:- 0461-2520-510559 ○ فیکس نمبر:- 0462-510559

مسلمان عورت

اسلام نے عورت کو سب سے زیادہ حقوق اور اس کا اصل مقام دیا ہے۔ اگر اسلام کے مطابق عورت کو اس کے تمام حقوق میسر آجائیں تو معاشرے کی بہت سی برائیاں ختم ہو سکتی ہیں زیر نظر تحریر میں مختلف حوالوں سے عورت کی زندگی پر بحث کی گئی ہے امید ہے قارئین استفادہ کریں گے (ادارہ)

تحریر: طیبہ چیمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم○ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ

"جس نے خود کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا"

اے خاتون اپنی حیثیت کو پہچان' تیری حقیقت جس قدر دلنشین ہے۔ تیرا ماضی اسی قدر دردناک ہے۔ نسوانیت کی قدیم تاریخ ایسی دردناک داستان ہے کہ دنیا کی کوئی ذلت ایسی نہ تھی جو اس مظلوم طبقہ کو برداشت نہ کرنی پڑی۔

ہند' چین' یونان و روما میں بھی جو تہذیب وتمدن کے گہوارے سمجھے جاتے تھے' عورت سے احتراز کرنے کی تعلیم دی جاتی تھی۔ یونانیوں کا خیال عورت کے متعلق ان کے اس فقرہ سے اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ

"آگ سے جل جانے اور سانپ کے ڈسنے کا علاج ممکن ہے لیکن عورتوں کے شر کا مداوا محال ہے"

سقراط کہتا ہے کہ

"عورت سے زیادہ فتنہ وفساد کی چیز دنیا میں اور کوئی نہیں"

افلاطون کا قول ہے کہ

"جتنے ذلیل وظالم مرد ہیں وہ سب نتائج کے عالم میں عورت ہو جاتے ہیں"

عورت کی ذلت کا خیال صرف حکماء فلاسفر تک محدود نہ تھا بلکہ مذہبی دنیا میں بھی یہی سلوک کیا جاتا تھا۔

قدیس برنار کہتا ہے "عورت شر کی بیٹی ہے امن وسلامتی کی دشمن ہے"

قبل از اسلام عورت کا شراب کی ایک بوتل کے عوض سودا کر دیا جاتا تھا اور بیٹیوں کو زندہ درگور کر دینا تو معمول کی بات تھی۔

اس قدر ضروری عنصر انسانیت ہونے کے باوجود عورت ہمیشہ ٹھکرائی گئی۔ لیکن جو وقار اسے اسلام نے دیا وہ اس سے قبل محال تھا۔ یوں تو کائنات کا ہر ذرہ انوار الٰہی کا مظہر ہے لیکن روحانیت قبول کرنے کے لئے جس قدر موزوں عورت کو پیدا کیا گیا ویسی کوئی دوسری مخلوق نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ صحابیات میں تقویٰ وعبادت کا خاص رنگ محسوس کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اسلام کے لئے کونسے مصائب تھے جو برداشت نہ کئے' مسلم خاتون اول' زوجہ رسول اللہ ﷺ حضرت خدیجہ الکبریٰ کو اگر دنیاوی نگاہ سے دیکھا جائے تو بقول ایک انگریز کے

The Successfull Arab business Woman

اور روحانی اعتبار سے طاہرہ لقب تھا۔ جب گھریلو خاتون کی حیثیت سے دیکھا جائے تو خود نبی اقدسؐ ان کے حق میں فرمایا کرتے تھے۔

کانت ام العیال وزینتہ البیت

"وہ بچوں کی والدہ اور گھر کی زینت تھیں"

ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ

"خدیجہ اسلام کی سچی مشیر اور غم خوار تھیں"

رئیسہ قریش خدیجہ الکبریٰؓ اپنے عظیم خاوند حضور اقدس ﷺ کے ہمراہ شعب ابی طالب میں تین سال سوکھے پتے

کھاتی دکھائی دیتی ہیں اور صبر واستقامت کی مثال قائم کر جاتی ہیں۔

عظیم صحابیہ سمیہؓ حضرت یاسرؓ کی زوجہ اور عمارؓ کی والدہ ماجدہ اسلام لانے والوں میں ساتویں خاتون اور راہ الہی میں شہید ہونے والوں میں سے پہلا خون جو زمین پر گرا وہ اسی عظیم بنت اسلام کا تھا۔ وہ ایک عمر رسیدہ خاتون تھیں مگر ایمان کی قوت سے لبریز، عزم واستقلال کا پہاڑ تھیں۔ ایک دن کفار کے مظالم سے زمین پر تڑپ رہی تھیں کہ رسول اللہؐ کا گزر ادھر سے ہوا اور فرمایا۔

”سمیہ صبر کرو، جنت تمہارا ٹھکانہ ہے“

حضرت خدیجہؓ کی طرح ان کی اولاد نے جو عظیم قربانیاں اپنے والد ماجد کے دین کی خاطر دیں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ پر ہجرت مدینہ کے دوران اہل قریش نے حملہ کیا۔ آپؓ اونٹنی سے گر گئیں اور گہرا زخم آنے کی وجہ سے حمل بھی ساقط ہو گیا۔ عرصہ تک اسی مرض میں مبتلا رہ کر اسی تکلیف میں انتقال فرما گئیں۔

ان مقدس خواتین کا زہد وتقوی بھی بے شک کمال کا تھا۔ لیکن اسلام نے ان کے اندر جرات وحوصلے کی وہ روح پھونک دی تھی جو دوسرے مذاہب کے مردوں کو بھی میسر نہیں۔

حضرت صفیہؓ نبی اقدس ﷺ کی پھوپھی ہمیں کئی غزوات میں شریک نظر آتی ہیں۔ غزوہ احد وخندق میں ان کا کردار جرات کی حیرت انگیز مثال ہے۔ غزوہ خندق کے موقع پر جب صرف خواتین ہی قلعہ میں موجود تھیں تو ایک یہودی نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قلعہ کے دروازے تک پہنچنے کی کوشش کی۔ ضعیف العمر حضرت صفیہؓ نے خیمے کی ایک چوب اکھاڑ کر دشمن کے سر پر اس زور سے ماری کہ وہ موقع پر ہی واصل جہنم ہو گیا۔ پھر آپ نے اس کا سر کاٹ کر یہودی افواج کے کیمپ کی طرف پھینک دیا جس سے یہودیوں کو یقین ہو گیا کہ قلعہ میں مسلمانوں کی کچھ فوج موجود ہے۔ لہٰذا قلعہ پر حملہ کرنا خطرے سے خالی نہ ہو گا۔

غزوہ احد میں بھی حضرت صفیہؓ شریک تھیں۔ عفان ابن مسلم سے روایت ہے کہ مسلمان جب حالات سے گھبرا کر ادھر ادھر بکھرنے لگے تو حضرت صفیہؓ ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے میدان میں آئیں اور مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع ہونے کا حکم دیا۔ نبی اقدسؐ نے جب انہیں میدان جہاد میں دیکھا تو ان کے شوہر حضرت زبیر کو بلا کر فرمایا کہ

”صفیہؓ اپنے بھائی حمزہ کی لاش کو نہ دیکھنے پائے برداشت نہ کر پائیں گی“۔

حضرت صفیہؓ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو فرمانے لگیں۔

”مجھے معلوم ہے کہ میرے بھائی کا مثلہ کیا گیا ہے لیکن میں انشاء اللہ ضبط سے کام لوں گی“

اور جب اپنے بھائی حضرت امیر حمزہؓ کی لاش کے قریب ہی ایک انصاری صحابی کی برہنہ لاش پڑی دیکھی تو آپ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ بھائی کی لاش پر دو کپڑے کفن کے ڈالیں اور دوسرے شہید کو نظر انداز کر دیں چنانچہ ایک ایک چادر دونوں پر ڈال دی۔

حضرت ام عمارہؓ پہلی انصار خاتون تھیں جنہوں نے بیعت عقبہ کے موقع پر نبی اقدس ﷺ سے بیعت کی۔ 3ھ کو جب معرکہ احد بپا ہوا تو اس میں ام عمارہؓ بھی حضرت عائشہ اور دیگر خواتین کے ساتھ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی اور ان کو پانی پلاتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ نبی اقدس ﷺ کے ہمراہ رہیں جب کفار آپ پر حملہ کرنے کو بڑھتے تو ام عمارہؓ انہیں روکتیں۔ ایک موقع پر کافر ابن قمیہ کے حملہ کو روکتے ہوئے کندھے پر شدید زخم آیا تو نبی اقدس ﷺ نے اپنے سامنے ان کی مرہم پٹی کروائی، اور بعد میں جب بھی ان کی والہانہ خدمات کا تذکرہ ہوتا تو آپ ﷺ فرماتے۔

”میں غزوہ احد میں جدھر دیکھتا ام عمارہؓ ہی کو اپنے دائیں بائیں لڑتے پاتا“

ایک دفعہ انہوں نے نبی اقدس ﷺ سے عرض کی

”یا رسول اللہ ﷺ میرے حق میں دعا فرمائیں کہ میں جنت میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوں، آپ ﷺ نے دعا

فرمائی تو بولیں۔
"ما ابالی ما اصابنی من الدنیا"
اب مجھے دنیا کی کسی مصیبت کی پرواہ نہیں ہے
بہادری کے ساتھ ساتھ صحابیات کا جذبہ ایثار بھی مثالی تھا۔
ایک بار نبی ﷺ نے خطبہ عید کے موقع پر لوگوں کی توجہ صدقہ وخیرات کی طرف دلائی تو وہاں موجود تمام خواتین نے اپنے زیور اتار کر خدمت اقدس میں پیش کر دیے۔ حضرت اسماءؓ بنت ابوبکر صدیقؓ کے پاس ایک لونڈی تھی اس کو بیچ کر تمام رقم صدقہ کر دی۔ آپؓ کی فیاضی ضرب المثل تھی کہ آپ کل کے لئے ایک پیسہ نہ رکھتی تھیں جس طرح سخاوت میں حضرت اسماءؓ کی شہرت تھی اسی طرح دلیری اور شجاعت میں بھی کمال حاصل تھا۔
ان کے فرزند حضرت عبداللہؓ بن زبیرؓ جن کی ولادت باسعادت ہجرت مدینہ کے بعد ہوئی مسلمانوں کے لئے بے حد مسرت کا باعث بنی۔ نبی اقدس ﷺ نے خود اس خوش نصیب بچے کو گود میں لے کر گھٹی دی اور دعا فرمائی۔ یہ وہی بچہ تھا جس نے جوان ہو کر یزید کی بیعت کا انکار کیا اور مکہ معظمہ کو اپنا ماویٰ وملجا بنا کر وہیں اپنی خلافت کی صدا بلند کی۔ بعد میں عبدالملک بن مروان نے جب حکومت سنبھالی تو اس کے وزیر حجاج بن یوسف نے قلعہ کا محاصرہ کرکے چھ ماہ تک لڑائی جاری رکھی۔ آخر میں حضرت عبداللہؓ ابن زبیرؓ کو اپنی شہادت کا یقین ہو گیا تو آخری ملاقات کے لئے والدہ ماجدہ حضرت اسماءؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ جنہوں نے بیٹے کو جرات ودلیری سے لڑتے ہوئے شہادت کی تلقین فرمائی۔ اور ان کے جسم سے زرہ کھول دی کہ سینے پر زخم کھاؤ تمہاری شہادت میرے لئے باعث فخر ہو گی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر اس واقعے کے بعد جلد ہی شہید ہو گئے اور حجاج نے ان کی لاش ایک درخت پر لٹکائے رکھی۔
ایک دن حضرت اسماءؓ کا ادھر سے گزر ہوا تو بیٹے کی لاش کو لٹکا دیکھ کر فرمایا۔
"کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ شہسوار اسلام گھوڑے پر سے اترے"
صحابیات میں جہاں قوت ایمانی نے جرات وشجاعت کے کمال پیدا کر دیئے تھے۔ سخاوت اور فیاضی کے دریا بہا دیتے تھے وہاں شعر وادب جیسے لطیف جذبات بھی پیدا کر دیئے تھے۔ جب ہم حضرت خنساءؓ کی طرف نگاہ اٹھائیں تو پتہ چلتا ہے کہ جب افق مکہ سے آفتاب رسالت ﷺ طلوع ہوا اور اس کی شعاعیں سارے عالم پر چھا گئیں تو خود حضرت خنساء کی آنکھیں ان شعاعوں کی نورانیت سے منور ہو گئیں۔
صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں حضرت خنساءؓ کی خصوصیت یہ ہے کہ تمام علماء عرب کا اتفاق ہے کہ عرب کی عورتوں میں خنساءؓ کے برابر کوئی شاعرہ نہیں ہوئی نہ ان سے پہلے نہ بعد میں
عہد بنی امیہ کے مشہور شاعر جرید کا کہنا ہے کہ
"اگر حضرت خنساءؓ کے اشعار نہ ہوتے تو میں دعویٰ کرتا کہ عرب کا بہترین شاعر میں ہوں"
عرب کی بلند پایہ شاعرہ حضرت خنساءؓ جب میدان عمل میں نظر آتی ہیں تو جرات وشجاعت کی مثال قائم کر جاتی ہیں۔
عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں جب قادسیہ کی لڑائی ہوئی اس میں حضرت خنساءؓ اپنے چار بیٹوں کے ساتھ شریک تھیں۔ تمام رات اپنے بیٹوں کو جرات ودلیری اور شہادت پر وعظ ونصیحت کرتی رہیں۔ صبح چاروں لخت جگر اپنی ماں کی نصیحت پر کاربند ہو کر اشعار پڑھتے ہوئے میدان جنگ میں کود پڑے اور دلیری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ جب یہ خبر حضرت خنساءؓ کو ملی تو وہ سجدہ شکر میں گر پڑیں اور فرمایا۔
"قیامت میں بھی شہداء کی ماؤں کی صف میں کھڑی ہو سکوں گی"
آج کی خاتون بھی اگر ان تجلیات باری کو جو آقائے نامدار ﷺ تقسیم فرما رہے ہیں اپنے دامن میں سمیٹ لے اور اپنے قلب وباطن کو ذکر الٰہی سے منور کر لے تو حضرت خدیجہؓ کا وقار، حضرت عائشہؓ کا علم، حضرت فاطمہؓ کا حلم، امہات المومنینؓ کی جود و سخاوت اور صحابیاتؓ کی جرات وشجاعت کے موتیوں کی مالا پہنے ہوئے، رذائل اخلاق کی گرد کو صاف کرتے ہوئے درود شریف کے عطر سے روح کو مہکاتے ہوئے عنداللہ سرخرو ہو کر اسلام کی سچی خادم بن سکتی ہے اور قرون اولیٰ کی خواتین کی یاد تازہ کر سکتی ہے۔

گوجرہ میں دارالاخوت کا قیام

سبب قیام دارالاخوت

حقیقی اسلامی اقدار سے گریز اور محرومی کے باعث معاشرتی بحرانوں نے پاکستان کو مسائلستان بنا دیا ہے چنانچہ آج شرفاء کے لئے موزوں و مناسب معقول رشتوں' ناطوں کا حصول دشوار ہی نہیں بلکہ ایک سنگین مسئلہ بن چکا ہے' اندریں حالات تنظیم الاخوان کے متعدد و دیگر تعمیری و اصلاحی منصوبوں کی طرز پر ایک ذیلی ادارہ "دارالاخوت" کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔

مرکز کا طریق کار

(1) اچھے رشتوں کے متلاشی خاندانوں کے مابین ان کی معاشرتی حیثیت اور ان کے بچوں کے تعلیمی اور معاشی پس منظر کو حتی الوسع ملحوظ رکھتے ہوئے تعارف کرانا۔

(2) ابتدائی مرحلے میں خواہش مند لوگوں کو مرکز سے رابطہ استوار کر کے ضروری کوائف درج کروانا ہوں گے۔

(3) ضرورت مند افراد کو مرکز کی طرف سے انہیں ضروری اطلاعات کی بہم رسانی کے لئے معقول مناسب بندوبست کرنا ہوگا۔

(4) بعد از تعارف دونوں خاندان باہمی تسلی و آمادگی کے مراحل خود طے کریں گے۔

(5) مرکز کسی قسم کی فراہمی ضمانت کی پابندی سے مستثنیٰ ہوگا۔

دارالاخوت دفتر تنظیم الاخوان غلہ منڈی گوجرہ، فون نمبر: 3483-

روکھی سوکھی اور میکڈونلڈ برگر

(حکیم محمد سعید سندھ کے سابقہ گورنر رہے ہیں۔ ہمدرد (وقف) پاکستان کا ادارہ عرصہ دراز سے خدمت خلق کے جذبہ کے تحت چلا رہے ہیں۔ انہوں نے طب کے میدان میں نئے افق تلاش کئے۔ ایک دانشور اور سماجی کارکن، قومی خدمات کا ایک زمانہ معترف، قومی درد رکھنے والے۔ ان کی ایک تحریر، ان کی سوچ کے زاویے عیاں کرنے کے لئے اور اسی نہج پر سوچنے کے لئے پیش خدمت ہے۔) (ادارہ)

تحریر۔ حکیم محمد سعید

پاکستان جن شدید حالات اقتصاد و معاش سے گزر رہا ہے اور افراد ملت جس زوال اخلاق اور اضمحلال کردار کی گرفت میں ہیں، اس کی روح کو خود دار دختر وطن عزیز و محترمہ طلعت منظور احمد نے خوب سمجھا ہے۔ روزنامہ "خبریں" کا درج ذیل کالم ملاحظہ کیجئے جو ان کا تحریر کردہ ہے۔

"گزشتہ دنوں برگر بنانے والی مشہور امریکی ملٹی نیشنل کمپنی میکڈونلڈ کے ایک وفد نے پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں میاں شہباز شریف نے وفد کو ترغیب دی کہ وہ پاکستان میں برگر بنانے کا اپنا کاروبار شروع کرے، ہر قسم کا تعاون مہیا کیا جائے گا۔ وزیر اعلیٰ کی طرف سے اس قسم کی ترغیب حیران کن ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پہلے سے موجود مشروبات اور آئس کریم بنانے والی اسی نوع کی کمپنیوں کے کاروبار کو پاکستان میں محدود کرنے کی تدابیر اختیار کی جائیں، لیکن ایک نئی کمپنی کو پاؤں پسارنے کے لئے جگہ مہیا کی جا رہی ہے۔ یہ کمپنیاں کروڑوں روپیہ زرمبادلہ کی صورت میں باہر لے جاتی ہیں اور اس کے بدلے میں پاکستان کو کچھ بھی نہیں دیتیں۔

بیرونی سرمایہ کاری کے لئے چند شرائط ہوتی ہیں، اگر وہ پوری ہوں تو سرمایہ کاری ملک کے لئے مفید ثابت ہوتی ہے، بصورت دیگر نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ مثلاً اس سرمایہ کاری کے ذریعہ ملک کے اندر ایسی چیزوں کی پیداوار ہو، جو ملک کی کسی ضرورت کو پورا کرتی ہوں۔ اس کے ذریعہ برآمدی اشیاء پیدا کی جائیں تاکہ زرمبادلہ حاصل ہو، یا ایسی اشیاء تیار کی جائیں جو درآمدات کا متبادل ہوں تاکہ ملکی درآمدات کم ہوں، زرمبادلہ کی بچت ہو اور تجارتی توازن کو سنوارنے میں مدد ملے۔ اس سرمایہ کاری کے ذریعے ملک کے اندر اعلیٰ ٹیکنالوجی روشناس کرائی جائے اور اس کے ذریعہ High Value added اشیاء تیار کی جائیں، یا پھر کوئی ایسا شعبہ ہو، جس کے لئے کثیر سرمایہ درکار ہو، جسے ملکی ذرائع سے پورا نہیں کیا جا سکتا۔ محض لفظ سرمایہ کاری کی رعایت سے کسی بیرونی سرمایہ کار کو ملک کے اندر کاروبار کی دعوت دینا قومی مفادات کو اس کمپنی کے ہاتھ فروخت کر دینے کے مترادف ہے۔"

اگر ہم اوپر بیان کی گئی شرائط کو سامنے رکھیں تو یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ میکڈونلڈ ان شرائط میں سے کسی شرط کو پورا نہیں کرتی جبکہ دوسری طرف اس کے نقصانات بالکل واضح ہیں۔

میکڈونلڈ بھی کسی ایسی چیز کی قلت کو دور نہیں کرتی، جس سے عوام کی کسی ضرورت کی تکمیل ہوتی ہو۔ اس کی پروڈکشن "برگر" محفل لذت کام و دہن ہے۔ برآمدات میں اس کا کوئی کردار ہے نہ درآمدات بل میں کسی کمی کے لئے یہ معاون ہوگی۔ اس سے کسی قسم کی ٹیکنالوجی حاصل نہیں ہوگی۔ لوگ زیادہ سے زیادہ بچت کریں تاکہ ملک کے اندر صنعتوں کو فروغ حاصل ہو۔ میکڈونلڈ اور خورونوش کی اشیاء تیار کرنے والی اسی قبیل کی

(بقیہ صفحہ نمبر ۴۹ پر ملاحظہ فرمائیں)

جوہری صلاحیت' خطرہ ٹلا نہیں' قوم بیدار رہے

(بحمد اللہ ایک ایسے جیتے جاگتے حقیقی جرنیل جن کے کارنامے دیومالائی قصے کہانیوں کا حصہ لگتے ہیں' جنہوں نے روس جیسے ملک کا تیاپانچہ کر دیا۔ جن کا لوہا اک دنیا مانتی ہے۔ جو اپنوں کی سازش کا شکار ہوئے اور وردی اتارنے کے باوجود ابھی تک میدان میں ہیں۔ ملکی' نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کے پاسبان جن کو قوم کے درد نے ایک پختہ کار قلمکار بھی بنا دیا ہے۔ ان کی تحریر بطور خاص قارئین "المرشد" کے پیش خدمت ہے)۔ (ادارہ)

تحریر۔ لیفٹیننٹ جنرل (ر) حمید گل

قوم کی دعائیں پوری ہوئیں۔ سی ٹی بی ٹی پر دستخطوں کا فوری خطرہ ٹل گیا' لیکن اس کا قطعاً" یہ مطلب نہیں کہ ہم پر دباؤ ڈالنے کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا اور ہم سے ایٹمی صلاحیت چھیننے کی سازشوں کا باب بند ہو گیا۔ جس طرح ہم ماضی میں اپنی جوہری صلاحیت کو بچانے کے لئے آزمائشوں کا سامنا کر چکے ہیں ہمیں آئندہ بھی کڑے امتحانات سے گزرنا ہے۔ گزشتہ حالات اور واقعات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حکومت تو سی ٹی بی ٹی پر دستخطوں کے لئے تلی ہوئی تھی لیکن قوم کی اجتماعی دانش نے اسے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ لیکن یہ قطعی طور پر طے ہے کہ خطرہ عارضی طور پر ٹلا ہے' اس کا مستقل سدباب نہیں ہوا۔ ہماری طرف سے شرائط عائد کرنے کا مطلب بھی یہ نہ سمجھا جائے کہ ہماری شرائط لازماً" مان لی جائیں گی بلکہ اب ان کی طرف سے شرائط کی طویل فہرست سامنے آگئی ہے۔ اس کا ایک ہی مطلب نکلتا ہے کہ انہیں ہمارے پاس اس صلاحیت کی موجودگی کسی قیمت پر گوارا نہیں۔ لہٰذا یہاں جو ٹیکنیکل بحث ہوتی رہی' وہ بے معنی تھی۔ یہ صاف طور پر ایک سیاسی معاملہ تھا' آئی ایم ایف کے رویے اور بلیک میلنگ نے اس حقیقت کو آشکار کر دیا ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان کے قابل فخر سائنس دانوں کو بھی اس بحث میں گھسیٹ لیا گیا۔ البتہ فوج کے بارے میں جو ابہام پھیلایا جا رہا تھا وہ دور ہو گیا' فوج کا نقطہ نظر واضح ہو کر سامنے آگیا۔ اسی دوران یہ اہم واقعہ بھی رونما ہوا کہ آل پارٹیز کانفرنس کے ایک اہم قائد میرواعظ عمر فاروق نے نیو یارک میں واشگاف الفاظ میں پاکستان کے سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کی مخالفت کر دی۔ لیکن یہاں آزاد کشمیر کے ایک معتبر حلقے کی طرف سے پوری کشمیری قیادت کے برعکس موقف اختیار کیا۔ یہ بڑا افسوسناک تھا' ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا۔ اس سے مقبوضہ کشمیر کی سیاسی قیادت میں فکری تضاد کا اظہار ہوا ہے اس سے بڑا نقصان ہوا کاش ایسا نہ ہوتا۔ یہ افسوس ناک حقیقت ہے کہ پاکستان کی وہ جماعتیں جن کا اچھا خاصا ووٹ بینک ہے اور جو اقتدار کی خواہش رکھتی ہیں' اس مسئلے پر ان کا موقف قوم کی امنگوں کی نفی کرتا تھا' یہاں تک کہ قومی اسمبلی بھی قوم کی غیر معمولی دانش کے برعکس عوام کی رائے کی عکاس نہ تھی۔ پارلیمنٹ کے ممبران نے بھی دستخط کرنے کی کھل کر مخالفت کی۔ شاید وہ پارٹی نظم وضبط کے اسیر تھے۔ لیکن اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہماری قوم بیدار تھی اس لئے ہم سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کی آزمائش سے وقتی طور پر بچ گئے۔ لیکن حکومتی ابلاغ نے پھر سی ٹی بی ٹی کے لئے راہ ہموار کرنا شروع کر دی ہے قوم بھی اپنی دعائیں جاری رکھے۔ میں جب یہ کہتا ہوں کہ خطرہ عارضی طور پر ٹلا ہے تو میری دلیل یہ ہے کہ ہم نے امریکہ کی یہ امید زندہ رکھی ہے کہ آئندہ بھی دباؤ کے تحت ہم اس کی بات ماننے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ یہ بہت بڑی کمزوری ہے۔ اگر آپ دباؤ کے ہتھیار کو کند نہیں کریں گے تو لازماً" آپ پر مزید دباؤ آئے گا۔ سینڈی برگر اور امریکی وزیر خارجہ نے اپنے تازہ بیانات میں واضح کر دیا ہے کہ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ

گلین ترمیم سیمگنٹن ترمیم اور پر۔ سلر لاء کو بنیاد بنایا ہے۔ فی الوقت پاکستان نے سی ٹی بی ٹی کو پابندیوں سے منسلک کیا ہے لیکن اب یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ امریکہ کی پیش قدمی سی ٹی بی ٹی تک ہی نہیں۔ سی ٹی بی ٹی تو پہلا زینہ ہے اس پر چڑھ کر اس نے بہت سے مراحل طے کرنے ہیں۔ وہ اب کہہ رہے ہیں کہ این پی ٹی اور ایف ایم سی ٹی پر گفتگو کا آغاز کریں۔ میں یہی کہتا ہوں کہ اگر ہم نے انہیں پہلے زینے پر نہ روک لیا تو انہیں اس مقام تک جانے سے نہ روک سکیں گے جہاں تک وہ جانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے سی ٹی بی ٹی کے حوالے سے واضح کر دیا ہے کہ جب تک آپ این پی ٹی پر پیش رفت نہیں کرتے اس وقت تک پابندیوں کے مکمل خاتمے کا خواب نہ دیکھیں اب جارحانہ سودے بازی کا آغاز ہو گا۔ اس موقع پر مجھے پاکستان کی نوجوان نسل کو یہ باور کرانا ہے کہ ایٹمی صلاحیت ہماری آزادی کی ضامن ہے۔ وہ آزادی جو ابھی ہم نے حاصل نہیں کی۔ اس آزادی کے حصول کے بعد ہی ہم ایک اسلامی فلاحی ریاست قائم کر پائیں گے۔ پوری انسانیت کے سامنے وہ نظام پیش کر سکیں گے جو استعماریت' برہمنیت' وڈیرہ شاہی' جاگیرداری' سرمایہ داری اور افسر شاہی کی نفی کرتا ہے۔ اسی نظام کے قیام اور نفاذ کے لئے پاکستان بنا تھا لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ہم آزاد ہوں۔ ہماری موجودہ آزادی محض ایک سراب ہے اور سراب میں سے نظام نو کا چشمہ جاری نہیں کیا جا سکتا۔

ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ اسلامی نظام لانا آسان کام نہیں۔ آپ دیکھیں دنیا بھر میں چار ایسے ممالک ہیں جہاں اسلام کا تجربہ ہوا یا خواہش پائی جاتی ہے۔ یہ ایران' افغانستان' سوڈان اور پاکستان ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ اہلیت رکھنے والا ملک پاکستان ہے۔ اسلام کا تجربہ دوسرے ممالک کے مقابلے میں یہاں بہتر طریقے سے کامیاب ہو سکتا ہے۔ مگر اس کے لئے ہمیں مکمل آزادی درکار ہے۔ اس کی ضمانت صرف ہماری ایٹمی صلاحیت ہی دے سکتی ہے۔ یہ صلاحیت یقیناً" اندرونی تخریب کاری کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی لیکن بیرونی جارحیت کے راستے میں یہ آہنی چٹان ثابت ہو سکتی ہے۔ مستقبل میں ایٹمی قوت کی بقا' سالمیت اور آزادی کے حصول کے لئے نوجوان نسل کو اہم کردار ادا کرنا ہو گا۔ ہماری ایٹمی صلاحیت پر ضرب لگانے کے لئے دباؤ بڑھتا ہی جائے گا' کم نہیں ہو گا۔ اس کے لئے مختلف راستے اختیار کئے جائیں گے۔ یہ کام وہ محض معیشت کی راہ سے ہی نہیں کریں گے کیونکہ اس میں ان کے لئے بھی خطرات ہیں۔ اس کے لئے وہ دوسرے راستے اختیار کریں گے' مثلاً فرقہ واریت کی آگ کو بھڑکایا جائے۔ علاقائی اور لسانی نفرتوں اور تعصبات کو ہوا دی جائے گی۔ قوم میں مایوسی پیدا کی جائے گی اور کسی حقیقی قیادت کو ابھرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ نظریاتی قیادت کو سامنے آنے سے روکا جائے گا۔ اس کے لئے وہ ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کریں گے کیونکہ اپنے استعماری نظام اور جھوٹے نظریوں پر مبنی معیشت اور نظام کے لئے وہ اسلام کو بہت بڑا خطرہ سمجھتے ہیں۔ اپنے نظام کو بچانے کے لئے انہوں نے تمام کوششیں بروئے کار لائی ہیں تاکہ اس نظام کو بدلنے کی صلاحیت رکھنے والا کوئی قائد نہ ابھر سکے۔ اس صورت حال سے ہماری نوجوان نسل کو آگاہ ہونا چاہئے اور اسے یہ بخوبی علم ہونا چاہئے کہ ان حالات میں انہیں چومکھی جنگ لڑنے کے لئے تیار رہنا ہو گا۔ وہ بیدار رہ کر ایک طرف تو اپنی ایٹمی صلاحیت کی حفاظت کریں جو ہماری بقا اور سلامتی کے لئے اہم ہے' دوسری طرف مستقبل کے لئے ایمان و یقین سے سرشار ایک بہادر ایک مجاہد قیادت تیار کریں۔ یہ کام بھی ایٹمی قوت کے حصول اور حفاظت کی طرح اہم ہے۔

حکومت دباؤ میں آتی رہے گی' جیسے اس دفعہ آئی۔ اس مرتبہ بھی حکومت معیشت کا بہانہ تراش کر سی ٹی بی ٹی پر دستخطوں کے لئے آمادہ دکھائی دیتی تھی سوال یہ ہے کہ ہمیں معاشی پیکج مل جائے تو کیا ہم اپنی دفاعی صلاحیت کی فروخت پر تیار ہو جائیں گے؟

آج اگر ہمیں ساڑھے چھ ارب ڈالر مل بھی جاتے ہیں تو کیا یہ بھی قرض نہیں....؟ کیا اس سے کشکول ٹوٹ جائے گا؟ فرق صرف یہ ہو گا کہ غیر ملکی قرضے 32 ارب سے بڑھ کر 38 ارب ہو جائیں گے۔ پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ یہ قرضے بھی ماضی کی طرح ہڑپ نہیں کر لئے جائیں گے؟ یہ ہمارے پاس رہنے کے بجائے باہر کے بینکوں میں نہیں چلے جائیں گے اور یہ پنکھ پکھیرو اسے چگ نہیں لیں گے؟ لہٰذا دنیا کو یہ ماننا ہوگا کہ ہمیں ایک چھوٹی قوم قرار دے کر اپنی سلامتی اور آزادی کی ضمانت سے دستبردار اور اپنی صلاحیت کے حق سے کیوں محروم کیا جائے؟ کیا صرف اس لئے کہ ہم مسائل میں گھرے ہوئے ہیں۔ ہمارے مسائل آج ہیں' انشاء اللہ کل نہیں ہوں گے۔ ہم اچھے وقت کے لئے اپنی صلاحیتوں کو بچا کر کیوں نہ رکھیں' کمزور لمحوں میں خودکشی کیوں کریں!!

مستقبل میں ہمارے گھٹنے نکالنے کی کوشش جاری رہیں گی۔ مخصوص لابیاں اور این جی اوز شبہات پھیلائیں گی۔ خطرات کے ہیولے کھڑے کئے جائیں گے۔ قوم میں مایوسی اور بددلی پیدا کرنے کی سعی ہوگی۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم ازخود جوہری صلاحیت کے تحفظ کے لئے سیاسی وابستگیوں اور گروہی مفادات سے بالاتر ہو کر قومی ایٹمی محاذ کے نام سے پریشر گروپ تشکیل دیں۔ درسگاہوں' بار کونسلوں' لیبر یونینوں' ریٹائر فوجیوں' پروفیشنل تنظیموں' غرضیکہ ہر جگہ یہ محاذ قائم ہو جائیں جو نہ صرف خود اس موضوع سے آگاہی حاصل کریں بلکہ اپنے اپنے ماحول میں قوم کو مسلسل بیدار رکھیں۔ یہی واحد طریقہ ہے جس سے قوم میں شعوری طور پر خطرات سے نپٹنے کا عزم اور حوصلہ پیدا ہوگا۔ بیداری اور مزاحمت ہی آزادی کی ضمانت فراہم کرتی ہے۔

بہ شکریہ روزنامہ "خبریں"

بقیہ صفحہ 38 سے آگے

دوسری کمپنیاں ملکی بچتوں کو چٹ کر جاتی ہیں۔ نتیجہ کے طور پر صنعتی ترقی کے لئے سرمایہ دستیاب نہیں ہوپاتا اور ملک صنعتی طور پر پسماندہ رہ جاتا ہے۔ صنعتوں میں سرمایہ کاری کی کمی کی وجہ سے بالواسطہ طور پر روزگار کے مواقع کم ہو جاتے ہیں۔

میکڈونلڈ بلاواسطہ بھی ملک میں بیروزگاری کا سبب بنے گی۔ بے شمار لوگ جو اس وقت چھوٹے پیمانے پر برگر بنا کر اپنا روزگار حاصل کرتے ہیں ان کا کاروبار بری طرح متاثر ہو گا اور بیروزگاری پھیلے گی۔ کھانے پینے کی اشیاء اور فیشن کی چیزیں تیار کرنے والی کمپنیوں کا جہاں ایک مقصد کاروبار کرنا ہوتا ہے' وہاں باقاعدہ منصوبہ کے تحت ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ ان چیزوں کے ذریعہ مغربی تہذیب وتمدن کا غلبہ قائم کیا جائے اور اس قوم کو اپنی روایات سے دور قومی تشخص کے شعور سے بے بہرہ کر کے ذہنی غلامی میں مبتلا کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں میکڈونلڈ تو ایک مخصوص کلچر کا نام ہے۔

وزیراعلیٰ نے میکڈونلڈ کو جو پاکستان میں کاروبار کرنے کی دعوت دی' تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اس کے مضمرات سے آگاہ نہیں تھے' لیکن اصل بات یہ ہے کہ ہمارے حکمران کٹھن حالات میں بھی قومی مصالح اور ذاتی تجارتی مفادات کے درمیان امتیاز کو ملحوظ خاطر رکھنے کو تیار نہیں۔ سیاسی مخالفین اس کا مطلب یہ لے سکتے ہیں کہ اس سرمایہ کاری سے وزیراعلیٰ کے کسی رشتہ دار یا دوست کے مفادات وابستہ ہیں اور وہ پاکستان میں میکڈونلڈ کے حصہ دار کی حیثیت سے اس کاروبار میں شراکت دار ہے اور یہ سب کچھ اس کی خاطر کیا جا رہا ہے۔ ابھی تو میاں شہباز شریف کے روکھی سوکھی کھانے والے بیان کی سیاہی بھی نہیں سوکھی کہ انہوں نے اپنی کلاس کے لوگوں کو روکھی سوکھی سے بچانے کے لئے دنیا کے مشہور "برگر" کا انتظام شروع کر دیا۔

بشکریہ روزنامہ "خبریں"

مجھے صاحب جنوں کر..........

خطاب مولانا محمد اکرم اعوان' دار العرفان منارہ 10-7-98

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین ○ الانبیاء (107)

ماہ ربیع الاول ہے پاکستان بھر میں مختلف طریقوں سے مختلف انداز سے کہیں جلسہ کر کے کہیں جلوس نکال کر عید میلاد کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ نبی کریم ﷺ وہ ہستی ہیں جن کی بعثت کے بعد تاقیام قیامت کسی نئے نبی کے آنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رکھی گئی۔ سلسلہ انبیاء علیہم السلام نسل آدم کے زمین پر قدم رکھنے سے شروع ہوا آدم علیہ السلام خود نبی تھے اور عیسیٰ علیہ السلام تک مختلف اوقات میں' مختلف اودار میں جاری رہا اس لئے کہ بدلتے حالات کے تقاضوں کے پیش نظر انسانیت کو نئے نئے سوالوں کے جوابات کی ضرورت رہتی تھی۔ کیسی عجیب بات ہے کہ اللہ کے ایک بندے ﷺ نے مبعوث ہو کر نسل انسانی کی قیامت تک کی تمام بات کی تکمیل کر دی۔ تمام سوالوں کے جواب دے دیے' تمام مسائل کا حل بتا دیا۔ یہ ذات محض جلوس نکالنے یا جلسہ کرنے کے لئے نہیں تھی اس کی عظمت کا ادراک ہی اسلام ہے معرفت پیامبر ﷺ کا حاصل ایمان ہے اور سارے کا سارا اسلام یہ ہے کہ ہم عظمت محمد رسول اللہ ﷺ کا اپنی حیثیت کے مطابق تو ادراک کر لیں۔ جس شخص کے زمین پر قدم رکھنے کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت باقی نہ رہی نئی کتاب کی ضرورت باقی نہ رہی اور انسانی معاشرے میں قیامت تک آنے والے سوالوں کا جواب جس نے دے دیا آپ کیا سمجھتے ہیں کہ یہ نعرے لگانے سے یا جلوس نکالنے سے اس کی عظمت کا حق ادا ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ عظمت رسول ﷺ کا تقاضا یہ ہے کہ نسل انسانی کا ہر فرد آپ ﷺ کی غلامی کا حق ادا کر دے۔ بہت ہی بد نصیب ہیں وہ جو آپ ﷺ کی عظمت سے آشنا نہ ہوئے' آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان نہ لائے اور کفر کی تاریکیوں میں بھٹک گئے۔ اور بڑے خوش قسمت ہیں وہ جنہیں نور ایمان نصیب ہوا۔ نور ایمان کا تقاضا ہے' ایمان اس بات کا نام ہے کہ جو خود کو مومن کہلاتا ہے' اس نے عظمت رسالت ﷺ کو پہچان لیا ہے۔ وہ اپنی حیثیت کے مطابق مقام نبوت سے واقف ہے۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ کا برحق رسول جانتا ہے اور وہ یہ بات مانتا ہے کہ زندگی کے ہر سوال کا جواب اسوہ حسنہ میں موجود ہے۔ اسے اس بات پر یقین ہے کہ پوری دنیا کا نظام اللہ کے حبیب ﷺ نے اپنی شریعت میں' اپنے لائے ہوئے دین میں عطا کر دیا ہے۔ جو یہ سب جانتا ہے اور مانتا ہے وہ مسلمان کہلاتا ہے لیکن وہ کیسے مانتا ہے جب کہ اس کی اپنی عملی زندگی میں یہ سب کچھ نہیں آتا۔ یہ ماننے کا کونسا انداز ہے کہ جب وہ کمانے کے لئے نکلتا ہے تو وہ ایسے طریقے اختیار کرتا ہے جن سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے اور جب وہ خرچ کرنے کے لئے جاتا ہے تو وہاں خرچ کرتا ہے جہاں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا یعنی زبانی اقرار کرتا ہے عظمت رسول ﷺ کا اور عملاً" انکار کرتا ہے نور نبوت ﷺ کا۔ یہ کونسی قسم ہے مسلمانی کی؟ یہودیوں کے بارے قرآن کریم نے فرمایا۔

وَقَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا آپ علیہ السلام کی بات ہم نے نہ صرف سن لی بلکہ ہم نے جان لیا آپ کیا کہتے ہیں۔ آپ (علیہ السلام) کو نبی بھی مانتے ہیں' آپ (علیہ السلام) کی بات بھی سمجھ لی' لیکن ہم آپ (علیہ السلام) کی بات ماننے والے نہیں۔ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہودیوں نے یہ کہا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو جب اللہ کی اطاعت کا حکم دیا' جہاد فی سبیل اللہ کی باری آئی اور فرمایا اللہ کا حکم ہے اس شہر میں

داخل ہو جاؤ اور ان سے قتال کرو تو وہ کہنے لگے۔
فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا۔ موسیٰ علیہ السلام آپ جائیں آپ کے ساتھ پروردگار عالم ہے، رب العلمین ہے آپ علیہ السلام کو کس کی ضرورت ہے آپ اور آپ کا رب لڑیں اِنَّا مَعَكُمَا قٰعِدُوْنَ ہم آپ کو نبی مانتے ہیں رسول مانتے ہیں لیکن ہم لڑنے کے لئے آپ کے ساتھ نہیں آئے ہم یہاں بیٹھے ہیں آپ جائیں اور لڑیں۔ اس لئے رب جلیل نے ارشاد فرمایا تھا کہ اپنے نبی ﷺ کو ایذا نہ دو کما اذوا موسیٰ جس طرح امت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کو ایذا دی تھی۔

دنیا عالم اسباب ہے اور اس میں اتنی وسعت ہے کہ صدیاں بیت گئیں نسل انسانی کو اپنی تحقیقات پر فخر کرتے اور پھر نت نئی تحقیقات سامنے آتی ہیں اور صدیاں بیت جائیں گی اس کے راز ختم نہیں ہوں گے ہر آنے والا محقق وہ سائنس سے متعلق ہو وہ طب یا کیمیا سے متعلق ہو یا وہ کسی بھی شعبہ زندگی سے تعلق رکھتا ہو تو اپنے موضوع پہ نئی نئی تحقیقات کرتا اور نئے نئے راز کھوجتا رہتا ہے لیکن وسعت کائنات کا یہ عالم ہے کہ اس میں اتنے راز پوشیدہ ہیں کہ وہ ختم ہونے میں نہیں آتے۔ جب انسان ان حقائق کا مجموعی طور پر احاطہ نہیں کر سکتا تو اس میں اپنے رہنے کے لئے راستہ کیسے متعین کرے گا۔ جس دریا کی گہرائی ہے، جس پہاڑ کی بلندی سے ہم واقف نہیں ہیں جس جنگل کے حدود اربعہ سے ہم واقف نہیں ہیں کہ اس میں کہاں پانی ہے، کہاں خشکی ہے، کہاں ریت ہے اس میں ہم راستہ کیسے متعین کریں گے۔ اس کا مطلب ہے کہ کوئی ایسا رہنما چاہئے جو اس کی ہر ہر حقیقت سے کماحقہ آشنا ہو اور احسان ہے انسانیت پر خالق کائنات کا جس نے آپ ﷺ کو اس خارزار جہاں میں زندگی گزارنے کا صحیح راستہ بتانے والا بنا کر بھیجا۔ اب اس پر بس نہیں ہے کہ زندگی کا ایک سلامتی کا راستہ عطا فرما دیا بلکہ اس پر اپنی حفاظت، اپنی تائید اور اپنی مدد کا وعدہ فرمایا اور تیسرا کمال یہ کہ پھر اس پر آخرت کی کامیابی کا وعدہ فرما دیا۔ زندگی آسانی سے بسر ہو، مشکلات اور مصائب سے نکلنے کا راستہ ہو اور اس پر عمل کرنے میں اللہ کی مدد شامل حال ہو اور انجام کار آخرت کی کامیابی بھی اسی پر موجود ہو اور پھر ماننے والا یہ کہے کہ حضور ﷺ میں آپ (ﷺ) کو نبی تو مانتا ہوں لیکن آپ (ﷺ) کی باتوں پر عمل کرنا میرے بس میں نہیں ہے۔ اگر اللہ معاف کر دے وہ کریم ہے ورنہ میرے ذاتی خیال میں نہ ماننے والے سے اس نے زیادہ گستاخی کی۔ جس شخص نے کہہ دیا میں نہیں مانتا اس سے زیادہ گستاخی کا مرتکب وہ ہوا جس نے کہا کہ آپ ﷺ کی عظمت کو تو مانتا ہوں لیکن آپ ﷺ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں آپ ﷺ کی باتیں عمل کے قابل نہیں ہیں۔

کہتے ہیں دنیا میں مسلمانوں کی چھپن ریاستیں ہیں۔ کون کون سی ہیں مجھے تو نام نہیں آتے سب کے لیکن ضرور ہوں گی۔ ان ریاستوں کی آبادی کی اکثریت مسلمانوں پہ مشتمل ہے اور وہاں کی حکمران جماعتیں یا حکمران افراد مسلمان ہیں۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ چھپن میں سے کسی ایک ریاست کو یہ توفیق نہیں ہے کہ وہ دین اسلام کو اپنا ملکی آئین و دستور بنالے۔ یا اپنے انداز اتباع محمد رسول اللہ ﷺ کے مطابق ڈھال لے بلکہ اگر تجزیہ کیا جائے تو ہر ریاست کا حکمران طبقہ اسلام کو روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے۔ صرف حکمران نہیں ہر ریاست کے امراء کا طبقہ، ہر ریاست کے سیاست دانوں کا طبقہ، ہر ریاست کے افسروں کا طبقہ، بلکہ ہر ریاست کے دانشور اور اہل دانش جدید صحافت کے لوگ، علم و ادب کے لوگ، شعراء اور مضمون نگار اس بات پہ متفق ہیں کہ اسلام دین اچھا ہے ہمارا ایمان ہے لیکن ہمارے رنگ میں بھنگ نہ ڈالے۔ ہم سے اس پر عمل نہیں ہوتا۔ ہاں جلوس نکالو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میلاد پر، کوئی اعتراض نہیں ہے،

جلسہ کرو کوئی اعتراض نہیں لیکن یہ مت کہو کہ وہ انداز حکمرانی بھی اپنایا جائے جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنانے کا حکم دیا۔ یہ مت کہو کہ کسی غریب کو اس کا وہ حق دیا جائے جو اسے اللہ اور اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم عطا کرتا ہے۔ یہ مت کہو کہ کسی شہری کو وہ اہمیت' وہ آبرو' وہ عزت' وہ تحفظ دیا جائے جو شریعت اسلامیہ اسے دیتی ہے۔ ایسا مت کہو۔ وہ اس لئے کہ لوگ ہمارے غلام ہیں' ہم ان کے سلطان ہیں' ہم جو چاہیں کریں جسے چاہیں زندہ رہنے دیں جسے چاہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیں ہمارا ہاتھ مت روکو۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ طبقات جو حکمرانوں سیاست دانوں بیوکریٹس اور امراء اور بااثر طبقات پر مشتمل ہیں کیا ان کی تعداد ملک میں اتنی ہوتی ہے کہ یہ دین کا راستہ روک سکیں۔ یہ تو کسی بھی ملک میں ایک ڈیڑھ فیصد لوگ بھی نہیں ہوتے بلکہ ایک فیصد سے بھی کم لوگ ہوتے ہیں۔ اگر ہم پاکستان میں ہی جاننا چاہیں تو اگر پاکستان کی آبادی چودہ کروڑ ہے اس میں تو چودہ ہزار لوگ ہوں گے۔ ایک لاکھ بھی ہو جائیں تو کیا فرق پڑتا ہے چودہ کروڑ کی صحت پر۔ تو کیا یہ لوگ اسلام کا راستہ روک سکتے ہیں۔ کون روکتا ہے؟ پھر ظاہر ہے جو لوگ اکثریت میں ہیں انہوں نے روک رکھا ہے۔ اکثریت میں تو میں اور آپ ہیں' عام آدمی ہے تو ہم کون سے اسلام کے حق میں ہیں۔ ہم نے بھی تو اسلام کی راہ روکی ہوئی ہے جتنا ہمارے بس میں ہے۔ اگر ہم ریڑھی پر فروٹ بیچتے ہیں تو اس میں بھی ہم دھوکا کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم ملازمت کرتے ہیں تو اس میں ہم بددیانتی کرنا چاہتے ہیں' ہم تنخواہ لینا چاہتے ہیں کام نہیں کرنا چاہتے' بیماری کا بہانہ بناتے ہیں۔ دن کی ایک دیہاڑی کی مزدوری پر کام کرنے والا فرد نماز کے بہانے دو دو گھنٹے ضائع کر دیتا ہے دوسرے کا کام نہیں کرتا۔ یعنی ایک عام آدمی جس کے حقوق کے تحفظ کے لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخ اقدس زخمی کروایا' دندان مبارک شہید کروائے' جاں نثار ذبح کروائے اور خود شمشیر بکف ہو کر میدان میں جہاد فرمایا' جس کے حقوق کے لئے لڑتے رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ خود صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے پہ راضی نہیں ہے۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ اسلام آئے وہ مولوی صاحب کو اسلام کا ٹھیکیدار سمجھتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ علماء کا کام ہے' یہ مولویوں کا کام ہے' یہ دینی جماعتوں کا کام ہے' یہ لوگ اکٹھے ہو جائیں اور اسلام نافذ کردیں۔ میر کا ایک شعر ہے کہ

میر بھی کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

ہم امیدیں لگائے بیٹھے ہیں کہ دینی جماعتوں کے یا دینی سیاسی جماعتوں کے سربراہان جو واقعی صاحب علم ہیں نیک ہیں اچھے لوگ ہیں وہ دین نافذ کر دیں گے لیکن ہم اتنے بے وقوف ہیں کہ ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ ان کی اپنی ساری اہمیت اس بات میں ہے کہ دین نافذ نہ ہو۔ ساری دینی سیاسی جماعتیں یا ساری دینی جماعتیں ابھی تک اسی بنا پر قائم اور زندہ ہیں کہ ملک میں دین نافذ نہیں ہے اگر دین نافذ ہو جائے تو ان کا تو وجود ختم ہو جائے۔ یہ عشریہ زکوۃ یہ چندے یہ قربانی کی کھالیں اگر اسلام نافذ ہو جائے تو یہ تو بیت المال والے لے جائیں گے یہ ریاست ویلفیئر سٹیٹ بن جائے گی۔ ہر فرد کو زندہ رہنے کے لئے' اس کی ضروریات کی تکمیل کے لئے ریاست ذمہ دار ہوگی وہ اسے روزگار دے یا وظیفہ دے وہ تو ریاست کے گلے پڑ جائے گا۔ ہر بیمار کا علاج ریاست کی ذمہ داری ہوگی' ہر بچے کی تعلیم ریاست کی ذمہ داری بن جائے گی اور رفاہ عامہ کے کام کے لئے زکواۃ' عشر' قربانی اور صدقات یہ سارے تو بیت المال لے جائے گا تو ان دینی سربراہوں کو کیا ملے گا؟ ان کا دماغ خراب ہے کہ اسلام نافذ کرا کے اپنی روزی روٹی ختم کروالیں اور بیٹھ جائیں میری اور آپ کی طرح مزدوری کرنے۔ انہوں نے تو مزدوری کرنے کا کبھی سوچا بھی نہیں۔ اگر اسلام نافذ ہو جائے تو ان کے جو بڑے بڑے دفاتر اور ان کا یہ VIP سٹیٹس اور حکومت

سے ان کے مفادات اور وزراء اعظم سے ان کی ٹکریں اور ان کی خبریں اور اخباروں میں ان کے فیچر اس کی کیا ضرورت اور اہمیت رہ جائے گی یہ تو سب ختم ہو جائے گا۔ تو اسلام دراصل ہماری صحت کے لئے صحیح نہیں ہے۔ حکمران کی صحت کے لئے اس لئے صحیح نہیں کہ اسے موج نہیں کرنے دیتا' اسے پابند کر دیتا ہے۔ سیاست دان کو مفادات اور دوسروں کے حقوق لوٹنے کی اجازت نہیں دیتا۔ عام آدمی کو بے ایمانی سے روکتا ہے جب کہ بے ایمانی ہماری سرشت میں داخل ہو چکی ہے ہمیں حلال کا لقمہ مزا ہی نہیں دیتا۔ جس لقمے میں کسی کا خون شامل نہ ہو وہ لقمہ ہمیں ہضم ہی نہیں ہوتا۔ ہر کام میں بے ایمانی کرنا ہم باعث فخر سمجھتے ہیں۔ بددیانتی کو فن سمجھتے ہیں' اپنا کمال سمجھتے ہیں کہ دوسرے کو پتہ نہیں چلنے دیا اور میں نے بے ایمانی کر لی۔

ہمارے پیر اور مولوی کو بھی اگر اسلام راس نہیں آتا تو پھر اسلام کون نافذ کرے گا؟ کس پر نافذ ہو گا؟ ایک راستہ ہے کہ کچھ لوگ ایسے بے وقوف ہوں جو نفع و نقصان سے بے نیاز ہو جائیں' کچھ ایسے پاگل ہوں جو زندگی اور موت میں تمیز کرنا چھوڑ دیں۔ کچھ ایسے دیوانے ہوں جنہیں مفادات کا یا حکومت کا یا سیاست کا یا عہدوں کا لالچ نہ ہو۔ وہ صرف اور صرف نظریے پہ جم جائیں تو پھر دنیا کی تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ لینن نے جب روس کا تختہ الٹنے کی بنیاد رکھی تو اس کے ساتھ اکیس آدمی تھے اور روس بہت بڑی طاقت تھا دنیا کی اور زاران روس بہت بڑے سلطان اور شہنشاہ تھے اور بہت بڑے لاؤ لشکر تھے ان کے پاس۔ بہت وسیع ملک تھا ان کے پاس' بہت مال قوت تھی ان کی اور لینن اکیس آدمیوں کے ساتھ اس سارے نظام کے خلاف ڈٹ گیا اور بالآخر اس نے روسی حکومت کا تختہ الٹ دیا جو وہ چاہتا تھا وہ اس نے نافذ کر دیا اس میں کتنے لوگ مرے' کتنی تباہی آئی' کیا ہوا کیا نہیں ہوا اس سے بحث نہیں ہے۔ بحث اس بات سے ہے کہ جو وہ چاہتا تھا وہ غلط تھا وہ باطل تھا لیکن وہ باطل اس نے نافذ کر دیا۔

چین میں صدیوں سے شہنشاہیت چلی آ رہی تھی ماؤزے تنگ اس کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے پاس کوئی آسمانی کتاب نہیں تھی۔ کسی نبی کا اسوہ حسنہ نہیں تھا۔ ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ اس نے ابتدا کی اور چین جیسی عظیم سلطنت کو تہ و بالا کر دیا۔ جو وہ چاہتا تھا وہ غلط تھا یا صحیح اس سے بحث نہیں لیکن جو وہ چاہتا تھا اسے نافذ کر دیا۔

کل ایران میں خمینی صاحب کی حیثیت یہ تھی کہ شہنشاہ ایران نے اسے ملک سے نکال دیا اور کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جو اسے ملک میں روک کر پناہ دے سکتا برسوں فرانس میں پناہ گزیں رہا۔ اسے کچھ لوگ میسر آ گئے۔ دو چار دس بڑھتے بڑھتے عوام کی حمایت اسے اتنی ملی کہ بغیر ایک گولی فائر کئے۔ پوری فوج پورے لشکر' پورے جدید ہتھیار' سب کچھ ہونے کے باوجود شہنشاہ کو بھاگنا پڑا اور ملک خمینی کے سپرد ہوا۔ اس کا جو اپنا نظریہ تھا' اس کا جو اپنا عقیدہ تھا' جس بات کو وہ درست سمجھتا تھا وہ اس نے نافذ کر دی۔ ہم اس کے عقیدے سے متفق ہوں یا نہ ہوں یہ الگ بات ہے لیکن شہنشاہ ایران سے ایک گولی فائر کئے بغیر اس نے ملک لے لیا۔ اگر لوگ مرے تو خمینی کی حکومت نے آ کر انہیں مارا۔ سزائیں دیں۔ تبدیلی کے لئے کسی کو مرنا نہیں پڑا۔ اس کا مطلب ہے کہ چند لوگ بھی اگر طے کر لیں' تہیہ کر لیں یا خلوص کے ساتھ کسی بات پہ جم جائیں تو وہ سب کچھ ہو جاتا ہے جو انہونی نظر آ رہا ہوتا ہے۔

لہٰذا اس ملک میں بھی اگر ہمیں اسلام کے ساتھ محبت ہے یا عقیدت ہے یا ہم اس کا نفاذ چاہتے ہیں تو سب سے پہلے وہ افراد تلاش کریں یا خود کو ان جیسا بنائیں جو باقی سارے مفادات سے کٹ کر صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے ہو کے رہ جائیں۔ جو سونا' جاگنا' کھانا' پینا' مرنا' جینا' نفع و نقصان ایک ہی حوالے سے سوچیں اور وہ حوالہ ہو محمد رسول اللہ ﷺ کا اور یہ یاد رکھیں لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ

حسنہ۔ آپ ﷺ کی ایک ایک ادا اسوہ حسنہ ہے ذات پیامبر ﷺ غیر منقسم ہے ناقابل تقسیم ہے۔ یہ ایمان نہیں ہے کہ آپ ﷺ کی ایک ادا کو اپنا لیا جائے اور دوسری کو چھوڑ دیا جائے یہ یہودیانہ طرز فکر ہے افتومنون ببعض الکتب وتکفرون ببعض۔ کتاب میں سے بعض کو قبول کر لیتے ہو اور بعض کا انکار کر دیتے ہو' یہ یہودیوں کا رویہ ہے۔ جو اپنانا چاہے اسے پورے کا پورا اسوہ حسنہ اپنانا پڑے گا۔ اور پورا اسوہ حسنہ یہ ہے کہ راتیں جانماز پر بسر ہو جاتیں' قدوم مبارک متورم ہو جاتے۔ ام المومنین حبیبہ حبیب کبریا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ مجھ سے فرمانے لگے کہ اے صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی اگر تو چاہے تو آج کی رات میں عبادت میں بسر کرلوں۔ ذمہ داری کو دیکھ لیجئے کہ اللہ کی عبادت کو جی چاہا تو زوجہ محترمہ سے اجازت طلب فرما رہے ہیں۔ چونکہ اس کا بھی حق ہے فرمایا! بیشک۔ حجرہ مقدسہ میں جگہ اتنی ہی تھی کہ آپؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ عبادت کے لئے کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ کا جائے نماز جو تھا جہاں آپ ﷺ کی سجدہ گاہ تھی وہاں میری ٹانگیں تھیں۔ جب حضور ﷺ سجدے کے لئے جاتے تو میں ٹانگیں پیچھے کھینچ لیتی۔ جب حضور ﷺ قیام کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو میں لمبی کر لیتی۔ فرماتی ہیں حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے طویل قیام فرمایا اور طویل رکوع اور طویل سجود فرمائے سینہ اطہر علیہ الصلواۃ والسلام سے اس طرح آواز آتی تھی جس طرح ہنڈیا کھولتی ہے اور اشک ہائے مبارک اس طرح رواں تھے کہ ریش مبارک بھیگ کر سینہ اقدس پر بارش کی طرح موتی گر رہے تھے جب حضور ﷺ فارغ ہوئے تو فرماتی ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کہ دنیائے ایمان کے ہر فرد کو آپ ﷺ کی شفاعت پہ بھروسہ ہے۔ سارے مسلمانوں کا سارا سرمایہ آپ ﷺ کی شفاعت ہے کہ اس پر لوگوں کی نجات ہوگی اور آپ ﷺ خود اتنا گریہ فرما رہے ہیں تو فرمایا افلا اکون عبدا شکورا۔ اگر اللہ نے مجھے اتنی عظمت دی ہے تو میں اس کا شکر ادا نہ کروں۔ خانگی امور میں بازار سے سودا لاتے ہیں' کپڑے دھونے میں شرکت فرماتے ہیں' سبزی کاٹ کر دیتے ہیں' آٹا گوندھواتے ہیں' آگ جلواتے ہیں اور لکڑیاں جمع فرماتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ عبادت کا یہ عالم ہے کہ دنیا سے پردہ فرمانے کا وقت آگیا نقاہت کا غلبہ ہے' قدموں پر کھڑے نہیں ہو سکتے' حضرت علی کرم اللہ الوجہ الکریم اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دونوں طرف سے سہارا دے رکھا ہے اور دونوں کی گردنوں میں حضور ﷺ نے بازو مبارک ڈالے ہوئے ہیں۔ قدم مبارک اٹھا کر رکھنے کی سکت نہیں' پائے اقدس گھسیٹ کر آگے رکھتے ہیں حضور ﷺ اور نماز باجماعت کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ یہ وہ ہستی ہے جس کی شفاعت پہ ہر مومن کو امید نجات ہے۔ عبادات کا عالم یہ ہے اور دوسری طرف ایک ایک فرد کے حق کے لئے شمشیر بکف ہیں۔ مسلمانوں کے حق کے لئے نہیں انسانوں کے حق کے لئے کہ اللہ کی زمین پر بسنے والے ہر بندے کو وہ بنیادی حق نصیب ہو جو اللہ نے اسے عطا کیا ہے۔ وہ اسلام لاتا ہے یا نہیں یہ بعد کی بات ہے۔ ظلم کے خلاف بنفس نفیس سینہ سپر ہیں اس لئے فرمایا۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ۔ تمام جہانوں کے لئے آپ ﷺ کا وجود عالی رحمت الٰہی ہے کہ جو ایمان نہیں لاتا اس کو اس کے انسانی حقوق دلانے کے لئے بھی آپ ﷺ شمشیر بکف ہیں۔ اب اگر کسی نے نمازیں اختیار کر لیں اور عملی زندگی کا وہ حسین پہلو نظر انداز کر دیا جو جہاد ہے ظلم کے خلاف تو اس کے پاس آدھا دین ہے۔ اور اگر کوئی میدان عمل میں واقعی ان اداؤں کو واپس لانا چاہتا ہے لیکن عبادات کا پہلو چھوٹ گیا تو آدھا دین ہے اس کے پاس۔ عظمت رسالت ﷺ اور اتباع محمد رسول اللہ ﷺ کا تقاضا تو یہ ہے کہ

عبادات میں بھی ثابت قدمی ہو اور عملی زندگی میں ہر قدم ظلم کے خلاف جہاد تصور ہو۔ اسلام کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ہر مسلمان اپنی ذمہ داری کا احساس کر کے صرف اپنی ہی نہیں دوسرے کی ذمہ داری بھی اپنے سر لینا چاہتا ہے اور یہ حسن اسلام ہے۔ آج ہماری یہ حالت ہے کہ ہم اپنی ذمہ داریاں بھی چاہتے ہیں کہ دوسرا ادا کرے۔

ربیع الاول ہمیں جشن منانے کی دعوت نہیں دیتا بلکہ ہمیں ایک عجیب فکر عطا کرتا ہے کیسی عجیب بات ہے کہ آج بھی زمین کا نصف سے زیادہ حصہ مسلمانوں کے زیر نگیں ہے اور آج دنیا کے وسائل کا اسی فیصد مسلمانوں کے پاس ہے زندگی کے وسائل کا اسی فیصد دنیائے اسلام کے پاس ہے' مسلمان ریاستوں کے پاس ہے۔ زرخیز زمینیں ان کے پاس ہیں' پھلوں سے لدی وادیاں ان کے پاس ہیں' جانور ان کے پاس ہیں' زیر زمین ذخائر وہ پٹرول ہو یا تیل' سونا ہو یا جواہرات وہ ان کے پاس ہیں۔ خوبصورت بندرگاہوں پہ ان کا قبضہ ہے خشکی کا حصہ ہو یا سمندر کے سارے بہترین حصے' مسلمانوں کے پاس ہیں اور ساری دنیائے کفر کے پاس زمین کے وہ حصے ہیں جہاں کہیں نصف سال برف رہتی ہے کہیں سال کے دس مہینے برف پڑی رہتی ہے۔ وسائل سارے مسلمانوں کے پاس ہیں اور ان سب کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ہم کافروں جیسے ہو جائیں۔ ہمارا لباس کافروں جیسا ہونا چاہئے۔ ہماری شکل ان جیسی نظر آنی چاہئے۔ ہمارا انداز گفتگو ان جیسا ہونا چاہئے۔ ہمارے روزمرہ کے معمولات ان کی طرح ہونے چاہئیں۔ ہمیں صاحب بہادر نظر آنا چاہئے۔

اب اس پس منظر میں تلاش کیجئے اپنے آپ کو' اپنے عقیدے کو' اپنے نظریے کو اور اپنے اس دعوے کو جو اسلام اور نفاذ اسلام کے لئے ہم رکھتے ہیں۔ اس دعوے کو تلاش کیجئے وہ ہے کہاں! کیا عہد نبوی ﷺ میں جب دنیائے کفر سے ٹکر لی گئی تھی تو مسلمانوں نے یہ کہا تھا مولوی جمع ہو کر میدان میں نکلیں یا پیر صاحبان آگے آئیں۔ نہ کوئی پیر تھا نہ کوئی مولوی تھا ہر مسلمان محمد رسول اللہ ﷺ کا غلام تھا اور آج بھی کسی پیر کسی مولوی کی کوئی حیثیت نہیں ہے کہ وہ مسلمان اور اس کے نبی ﷺ کے درمیان حائل ہو ایسی کوئی حیثیت نہیں ہے کسی کی کہ وہ ایک دیوار بن جائے اللہ کے نبی ﷺ اور اللہ کے بندے کے درمیان۔ پیر یا مولوی کا احسان صرف یہ ہے کہ جب ہم بھٹکیں تو وہ ہمیں وہ راستہ دکھادے جو بارگاہ نبوی ﷺ کو جاتا ہے۔ اگر ہم بھٹک رہے ہیں اگر ہم سے وہ راستہ چھوٹ رہا ہے تو پیر صاحب کا یا مولوی صاحب کا احسان ہم پہ یہ ہے کہ وہ ہمیں اپنا اسیر نہ بنائے بلکہ ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ کا راستہ دکھا دے۔ اس کے علاوہ کسی پیر' کسی مولوی کا کوئی مصرف نہیں۔ تو اس کے بعد بھی اگر ہم یہ بوجھ بھی پیر اور مولوی پر ہی رکھیں کہ وہ ریاستی امور بدل دے گا وہاں اسلام نافذ کر دے گا تو تف ہے ہماری مسلمانی پر۔ ہم کیسے مسلمان ہیں! آخر ہماری ذمہ داری کیا ہے۔ ہمارا خون کس دن کام آئے گا۔ ہماری جراتیں ہماری ہمتیں کس دن کام آئیں گی۔ ہم کس کام کے لئے ہیں۔

تو میرے بھائی! آپ کے سیاست دان تو خیر اس طرف آتے ہی نہیں حکمران آنا چاہتے ہی نہیں بیوروکریٹس اس راستے سے گزرنا نہیں چاہتے اور آپ کا پیر اور آپ کا مولوی بھی نفاذ اسلام نہیں چاہتا۔ اسے بھی گردش ایام نے اس جگہ کھڑا کر دیا ہے جہاں وہ کرتا کچھ نہیں پاتا سب کچھ ہے۔ اور اسلام میں بنیادی طور پر غیر معروف ذرائع سے جو رزق حاصل ہوتا ہے وہ حرام ہے۔ خواہ وہ پیر صاحب کو آتا ہو مولانا کو آتا ہو سیاست دان کو آتا ہو مجھے ملتا ہو یا آپ کو ملتا ہو۔ معروف ذرائع ہیں چار' ملازمت ہے' تجارت ہے' زراعت ہے' مزدوری ہے' یہ چار معروف ذرائع ہیں اگر ان معروف ذرائع کے علاوہ غیر معروف ذرائع سے رزق ملتا ہے تو وہ حرام ہے وہ خواہ پیر صاحب کھائیں مولانا صاحب کھائیں میں کھاؤں آپ کھائیں وہ حلال نہیں ہوتا۔ اور ہماری

جتنی قیادت ہے وہ دینی ہے یا دنیوی ان کے ذرائع غیر معروف ہیں۔ پتہ نہیں کہاں سے بادل ان پہ برس جاتا ہے ان کے پاس کروڑوں اربوں کھربوں روپیہ جمع ہو جاتا ہے۔ کہاں سے آتا ہے' کیسے آتا ہے' اس کا کوئی جواز کوئی راستہ کوئی اس کا طریقہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ جو شخص حرام کھانے پہ قناعت کر لیتا ہے اس سے کسی نیکی' کسی شرافت' کسی دین داری کی توقع فضول ہے' خود فریبی ہے۔ مردار خوری سب سے قبیح عمل ہے آپ نے مردار خور جانوروں کو کبھی شکار کرتے دیکھا؟ ایک دفعہ جو جانور مردار کھانے کا عادی ہو جائے وہ شکار کر کے نہیں کھا سکتا۔ اس میں وہ سکت ہی نہیں رہتی۔ اس کی فکر ہی آلودہ ہو جاتی ہے۔ وہ یہ سوچتا ہی نہیں گدھ کبھی نہیں سوچتا کہ اپنا شکار مار کر بھی کھایا جا سکتا ہے۔ وہ دو دو دن بیٹھ کر مرنے والے کی موت کا انتظار کر سکتا ہے۔ دو دو تین تین دن بھوکا پیاسا کسی مرنے والے کے سرہانے کسی پتھر پہ' کسی درخت پہ' ٹنڈ پہ بیٹھا رہتا ہے کہ یہ مر جائے تو کھاؤں۔ کسی کو مار کر کھانے کی اس میں فکر ہی ختم ہو جاتی ہے۔ جو انسان غیر معروف ذرائع سے رزق کھانے کا عادی ہو جاتا ہے وہ گدھ بن جاتا ہے اس سے انقلابات کی امیدیں وابستہ کرنا خود فریبی ہے۔ اور یہاں رزق کے معروف ذرائع ہی معدوم ہیں۔ کسی کو پتہ نہیں معروف ذرائع ہوتے کیا ہیں۔ معروف ذرائع سے رزق کمانا تو بڑے دور کی بات ہے۔

تو میرے بھائی! الحمدللہ اس ماہ مبارک میں مسلمان ویسے سمجھ دار ہیں کہ جشن ولادت مناتے ہیں کیوں کہ جشن ولادت میں کوئی پیغام نہیں ہے۔ جشن بعثت نہیں مناتے کہ اس میں پیغام ہے کہ یہ کرو یہ نہ کرو۔ تو میں نے کبھی اپنی اس چونسٹھ سالہ زندگی میں انہیں بعثت پہ جلسہ کرتے نہیں دیکھا۔ میں نے نہیں دیکھا شاید کرتے ہوں۔ لیکن ولادت پہ کرتے ہیں کیونکہ ولادت میں کھایا پیا' نعتیں پڑھیں' شعر پڑھے' گایا بجایا چلے گئے۔ چندہ جمع ہو گیا' حلوہ پک گیا' کھا پی لیا شاباش بھائی شاباش تم بھی بخشے گئے میں بھی بخشا گیا۔ اس میں کوئی Message کی بات کوئی پیغام کی بات نہیں ہوتی۔ اگر بعثت محمد رسول اللہ ﷺ کی بات کریں' ولادت تو' گستاخی معاف! ابولہب نے بھی منائی تھی۔ لیکن اعلان بعثت پہ دنیا میں اسلام کا سب سے بڑا دشمن بن گیا۔

حضرت عباسؓ عم رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا ابولہب کو اور میں نے پوچھا سناؤ بھائی اب کیا حال ہے تو کہنے لگا بہت برا بہت ابتر حال ہے لیکن ایک بات اس کے باوجود بھی ہے کہ جب حضرت محمد ﷺ کی ولادت ہوئی تو میری ایک کنیز نے آکر مجھے مبارک دی کہ مبارک ہو تمہیں حضرت عبداللہ کے ہاں بیٹا ہوا ہے تو میں نے اسے خوشی میں آزاد کر دیا اور اس طرح اشارہ کیا تھا ہاتھ سے کہ اچھا تو تم آزاد ہو۔ جب ہفتے کا وہ دن اور وہ لمحہ آتا ہے تو اس طرح مجھے سمجھ آتی ہے کہ کسی ہاتھ نے مجھ پر ٹھنڈا پانی چھڑک دیا جہنم میں۔ عجیب بات ہے کہ جشن ولادت تو اس نے بھی منایا غیر شعوری طور پر جانتا نہیں تھا کہ یہ ہستی کون ہے کیا ہے اور اس کا پیغام کیا ہے اس کے باوجود اللہ نے اسے جہنم کے عذابوں میں تھوڑی سہی لیکن کی تو کر ہی دی۔ ریلیف تو دے ہی دیا۔ تو میرے خیال میں ولادت کی بات جہاں تک تھی اس میں تو ابولہب بھی شریک ہے لیکن جب بات بعثت کی آئی تو پھر ہر وہ شخص مقابلے میں ڈٹ گیا جو فرعون تھا۔ دنیا فرعونوں کی ہے چھوٹے بڑے مختلف فرعون ہیں۔ کوئی فرعون اپنی انا اپنی فرعونیت قربان کرنا نہیں چاہتا مولانا رومی نے فرمایا تھا۔

نفس ما را کم تر از فرعون نیست
لیک او را عون ما را عون نیست

اس کے پاس طاقت تھی ہمارے پاس طاقت نہیں ہے ورنہ ہم اس سے کم نہیں ہیں۔ تو دنیا چھوٹے بڑے فرعونوں سے بھری ہوئی ہے اور ہر فرعون عملی زندگی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت پہ اڑ گیا ہے۔ ہر ابولہب نے حضور ﷺ کی عملی

زندگی کی مخالفت کی۔ دیکھنا ہمیں یہ ہو گا کہ عملی زندگی میں کتنے قدم ہم حضور ﷺ کے نقش قدم کی طرف بڑھتے ہیں اور کتنے فیصلے ہمارے فرعونوں کی اقتداء میں اور ان کے اتباع میں ہیں۔ اگر ہماری زندگی کا' ہمارے شب و روز کا اکثر و بیشتر حصہ فرعونوں کے ساتھ بسر ہوتا ہے تو ہم کس طرح کے مسلمان ہیں۔ تو میرے بھائی! اگر ہمیں واقعی حضور ﷺ کے تشریف لانے کی خوشی ہے اور اللہ کرے ہمیں ہو تو ہمیں کچھ بے وقوفوں کی' کچھ پاگلوں کی' کچھ ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو زندگی کو دنیا کے مختلف پیمانوں سے نہ ناپیں بلکہ زندگی کے ہر حوالے کو محمد رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے جانچیں۔ اگر لینن اپنا فلسفہ نافذ کر سکتا ہے' ماؤزے تنگ اپنا فلسفہ نافذ کر سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ کوئی مسلمان اپنا فلسفہ حیات مسلمانوں سے نہ منوا سکے۔ شاید ہم منوانا نہیں چاہتے۔ ایک دوسرے پر الزام تراشی کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو ذمہ دار بنانے پہ لگے ہوئے ہیں۔ تو یہ ایک سوال ہے ہمارے سامنے یہ میرے لئے بھی ہے یہ آپ کے لئے بھی ہے ہر اہل وطن کے لئے بھی ہے اور ہر اہل ایمان کے لئے بھی ہے۔

الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ۔ کب آئے گی وہ گھڑی کب وہ لمحہ آئے گا جب اپنے آپ کو ایمان دار کہلانے والوں کے دل اللہ کی یاد میں پسیج جائیں گے۔ کب وہ لمحہ آئے گا جب وہ احکامات الٰہی پر جان نچھاور کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ کب وہ لمحہ آئے گا جب وہ دنیا پہ اسم محمد ﷺ کا نقش ثبت کر دیں گے؟ کب وہ لمحہ آئے گا جب وہ اللہ کی کتاب کو دنیا کا آئین منوانے کے لئے کھڑے ہو جائیں گے؟ الم یان للذین امنو۔ مسلمانوں پہ کوئی ایسی گھڑی نہیں آرہی کیوں نہیں آرہی؟

حضرات گرامی! میں بھی دعا کرتا ہوں آپ بھی دعا کریں اللہ ہمیں وہ جنون وہ دیوانگی عطا کر دے جو ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر کچھ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے سارے جلسے ہمارے سارے میلاد ہمارا سارا جو شعبہ نعت ہے میں نے بڑا مطالعہ کیا ہے اس کا' سب میں لینے کی بات ہے اپنی مصیبتوں کی بات ہے' اپنی بیماریوں پریشانیوں کی بات ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس بارگاہ میں لینے کی بات کرنا حماقت ہے اس لئے کہ حضور ﷺ اپنا تعارف جو خود کراتے ہیں یہ ہے انما انا قاسم واللہ یعطی۔ یہ یقینی بات ہے میرا کام ہی تقسیم کرنا ہے' عطا کرنا اللہ کا کام ہے۔ اس کے خزانے ہیں اور میں لٹائے جا رہا ہوں تو جہاں جس ہستی کا تعارف ہی یہ ہو کہ وہ خود کو قاسم' تقسیم کرنے والا کہہ کر تعارف کرائے اس سے مانگنے کی کیا حاجت ہے وہاں سے تو بغیر مانگے اتنا عطا ہو گا کہ شاید اتنا ہم مانگنے کا سوچ بھی نہ سکیں۔ اصل قیمت میری رائے میں اس چیز کی ہے کہ اس بارگاہ میں جو جہاں میں نعمتیں تقسیم فرما رہا ہے' ہماری کون سی چیز قبول ہوتی ہے۔ ہم دے کیا سکتے ہیں۔ جان دے سکتے ہیں' مال دے سکتے ہیں' آبرو دے سکتے ہیں' کوئی لمحہ دے سکتے ہیں' کوئی دل دے سکتے ہیں' کوئی نظریہ' کوئی کردار' اپنا کوئی عمل' زندگی کی کوئی ایسی بات' کوئی ایسا لمحہ' کوئی ایسی چیز جو ہماری طرف سے وہاں بطور تحفہ پہنچے وہ ہماری رگ جان کا خون ہو' وہ ہماری روح کی تڑپ ہو' وہ ہمارے دل کا خلوص ہو یا وہ انقلاب اسلام کی بات ہو۔ تو اصلی کمال یہ ہے کہ ہم شریعت پیامبر ﷺ کو دے کیا سکتے ہیں۔ جان' مال' آبرو سے کتنی طاقت' کتنی قوت' کتنی قوت نافذہ۔

اللہ کریم ہمیں یہ فلسفہ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس پر عمل کی توفیق ارزاں کرے۔ ہمیں وہ عشق عطا کرے جو مفادات سے بالاتر کر کے ہمیں صاحب جنون بنا دے۔

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
میرے مولا مجھے صاحب جنون کر

قاضی صاحب! ہاتھ بڑھائیے

(موصوف کا شمار ملک کے مایہ ناز قلمکاروں میں ہوتا ہے۔ ان کے کالموں سے خلوص کی چاشنی ٹپکتی ہے۔ نفاذ اسلام کے لئے بے قرار اور ملکی سلامتی کے لئے بے چین' جس کا قلم حالات و واقعات کا بے لاگ جائزہ لیتا ہے۔ اور ذاتی مفادات سے بالاتر بلکہ بے نیاز ہو کر ملکی سلامتی اور دین اسلام کے خلاف کام کرنے والوں کا محاسبہ کرتا ہے)۔ (ادارہ)

تحریر۔ ہارون رشید

12 ستمبر کی شب الاخوان کے سربراہ' سلسلہ اویسیہ کے شیخ مکرم ملک محمد اکرم اعوان نے لاہور کے موچی دروازے میں نفاذ اسلام کے لئے پندرہ ہزار آدمیوں سے موت پر بیعت لی۔ یہ گنہگار بھی ان بیعت کرنے والوں میں شامل تھا۔

اور اب میں امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ کراچی کے نشترپارک' لاہور کے مینار پاکستان یا راولپنڈی کے لیاقت باغ میں سی ٹی بی ٹی کے خلاف' پاکستان کو ایٹمی صلاحیت سے محروم کرنے کی کھلی سازش کے خلاف موت پر بیعت لیں۔

ملک اس حال میں آپہنچا ہے کہ اب بہت سوچنے اور بہت غور کرنے کی مہلت باقی نہیں۔ فیصلہ کرنے والوں کو فیصلہ کر لینا چاہئے کہ بیسویں صدی کے میر جعفر اور میر صادق فیصلہ کر چکے۔ ٹیپو سلطان اور سراج الدولہ بھی آخری معرکے کی تیاری کر لیں۔

16 ستمبر کی سحر میں جنرل حمید گل کی خدمت میں حاضر ہوا وہ مضطرب اور دل گرفتہ تھے' محض اس لئے نہیں کہ ایک بازاری آدمی نے برسراخبار انہیں گندی گالی دی تھی۔ انہیں اسرائیل کا ایجنٹ لکھا تھا حکمرانوں کے اشارے پر لکھا تھا اور اس لئے لکھا تھا کہ وہ سی ٹی بی ٹی کی مزاحمت کرنے والی چند شخصیتوں میں سے ایک ہیں۔ وہ 14 ستمبر کی شام پارلیمنٹ کے سامنے احتجاج کرنے والے جماعت اسلامی کے کارکنوں کے ساتھ شامل تھے اور انہوں نے لفظ چبانے سے انکار کر دیا تھا۔

جنرل حمید گل اس لئے رنجیدہ تھے کہ بظاہر سی ٹی بی ٹی پر دستخط روکنے کی کوئی تدبیر نظر نہیں آتی' اس کے سوا کہ اللہ کوئی معجزہ کردے اور ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ وہ معجزوں پر قادر ہے۔ دکھ بھرے لہجے میں انہوں نے جنیوا معاہدے کے دنوں کو یاد کیا اور کہا کہ ایسے ہی دن تھے اور ایسی ہی فضا تھی۔ پاکستان ایک نئے اور عظیم الشان عہد کے دروازے پر کھڑا تھا لیکن بزدلوں اور ابن الوقتوں نے پسپائی اختیار کرلی۔ جنیوا معاہدے پر دستخط کر دیئے گئے' افغانستان میں خانہ جنگی کی بنیاد رکھ دی گئی اور عہد آئندہ کی روشنیاں امت مسلمہ سے روٹھ گئیں۔

جنرل نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا اب بھی ایسا ہی ہو گا؟۔ وہ مجھ سے زیادہ جانتے تھے لیکن ان کا دل دکھ سے بھرا ہوا تھا اور ایسے میں آدمی گاہے تنکے کا سہارا تلاش کرتا ہے۔ انہیں جنرل جہانگیر کرامت کے بیان میں روشنی کی کرن نظر آئی۔ دو ہفتے قبل میں جنرل صاحب سے عرض کرچکا تھا کہ افواج کی قیادت ہمت توڑ دینے اور قوم کا حوصلہ پست کر دینے والے اس معاہدے کی مزاحمت کا ہرگز کوئی ارادہ نہیں رکھتی کہ ان کی رائے میں یہ ان کا نہیں بھاری مینڈیٹ والی حکومت کا درد سر ہے۔ لیکن جنرل پھر بھی تنکے کا سہارا لے رہے تھے۔

انہوں نے اپنا سوال ایک بار پھر دہرایا: امت مسلمہ کو نہتا کر دینے والے اس معاہدے کو کس طرح روکا جا سکتا ہے؟۔ بتاؤ میں کیا کروں؟۔ میں اس جہاندیدہ آدمی کو کیا بتاتا جو سیاسی حرکیات کو مجھ سے بدرجہا بہتر سمجھتا ہے' جس نے پاکستان کی تاریخ کے

پچھلے بیس برس نہایت قریب سے دیکھے ہیں اور بعض تاریخی واقعات کی صورت گری میں بنیادی کردار ادا کیا۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ احتجاج کا کوئی منفرد اور نہایت مختلف طریقہ ہی اس عوام کو تاریکی میں ڈوبنے سے بچا سکتا ہے' جو تاریخ کے چوراہے پر سوئی پڑی ہے اور جس کے تاجر حکمران اس کی قیمت لگا رہے ہیں۔۔۔ جو بیک وقت قوم کو شریعت کی چوسنی اور استعمار کو اسلام کا ہوا دکھا کر دام بٹورنے اور اقتدار بچانے کے درپے ہیں۔

"میں کیا کروں"۔ پنجرے میں بند شیر کسمایا' وہ آدمی جسے 1987ء میں جب جنگ سر پہ آکھڑی تھی' یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ وہ پاکستانی فوج کے سب سے برتر بریگیڈ کی قیادت کرتا ہوا' امرتسر کے پہلو سے نکلے اور بھارت کے دارالحکومت پر براہ راست حملہ کرکے اسے تاخت و تاراج کر دے۔

بے بسی کے احساس نے ریٹائرڈ جرنیل کو رنجیدہ کر دیا اور ملال کے ساتھ اس نے کہا: میں اپنی جان دے سکتا ہوں' بخدا میں یہ کر سکتا ہوں کہ پارلیمنٹ کے سامنے خود کو آگ لگا کر جل مروں ______ اگر ایسا کرنے سے یہ توہین آمیز معاہدہ رک سکے۔

مجھے نور جہان کے بھائی آصف جاہ' سولہویں صدی کے آصف علی زرداری کے ہاتھوں رسوا ہونے والا مغلوں کا اساطیری جرنیل مہابت خان یاد آیا جو سیاست اور دربار کے آداب سے ناآشنا تھا لیکن جنگ کے میدان میں جس کی تلوار ہمیشہ یاد رہنے والی داستانیں لکھ دیتی تھی۔

میں نے جنرل کو وہی جواب دیا' جو شاید مجھے دینا چاہئے تھا۔ اول تو یہ کہ اللہ نے بدترین حالات میں بھی خودکشی کی اجازت نہیں دی۔ ثانیاً یہ کہ ہمارا لہو ایسا بے مصرف نہیں اور میرا خیال ہے کہ اب ہمارے مرنے کی باری بھی نہیں ہے۔

شام کو مجھے دو خبریں ایک ساتھ ملیں۔ ایک یہ کہ جنرل حمید گل کو اسرائیلی ایجنٹ قرار دینے والے کارندے کا دعوی ہے کہ وہ ان کے خلاف چیف آف آرمی سٹاف جنرل جہانگیر کرامت کے ایما پر سرگرم ہوا ہے اور یہ کہ فوجی قیادت جلد ہی اخبار نویسوں کو ایسی دستاویزات مہیا کرے گی' جن سے یہ دعوی پایہ ثبوت کو پہنچ جائے گا۔ دوسرے یہ کہ قاضی حسین احمد نے شریعت بل ادھورا چھوڑ کر امریکہ روانہ ہونے والے تاجر وزیراعظم کا کالی جھنڈیوں سے خیرمقدم کرنے اور کالی جھنڈیوں سے الوداع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ مزید یہ کہ تمام ارکان قومی اسمبلی کے گھروں پر خاموش مظاہرے کئے جائیں گے اور یہ احتجاج کے ایک مربوط سلسلے کا آغاز ہوگا۔

بجا ارشاد قاضی صاحب۔ میں ظفر علی شاہ کے گھر پر ہونے والے مظاہرے میں ایک اخبار نویس نہیں بلکہ عام پاکستانی شہری کی حیثیت سے شریک ہوں گا اور وزیراعظم کے سامنے کالا جھنڈا لہرانے جاؤں گا لیکن میری گزارش ہے کہ وقت تیزی کے ساتھ ہاتھ سے پھسلتا جا رہا ہے۔ ان لوگوں کا کچھ پتہ نہیں کہ کب قوم کو بیچ ڈالیں اور کن داموں بیچ ڈالیں۔

اس سے پہلے کہ کوئی حمید گل پارلیمنٹ کے سامنے جل مرے' بیعت کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایئے۔ سب سے پہلے بیعت کرنے والا میں ہوں۔

میں ہارون الرشید ولد میاں عبدالعزیز خدا کو حاظر و ناظر جان کر عہد کرتا ہوں کہ اگر پاکستان کے مفادات سے غداری کرکے ایٹمی پروگرام ختم کرنے کے معاہدے پر دستخط کئے گئے اور اگر میں اسے اپنی جان دے کر روک سکا تو انشاء اللہ اس سے گریز نہیں کروں گا۔

ہاتھ بڑھایئے' قاضی صاحب آپ جانتے ہیں نفاذ اسلام اور سی ٹی بی ٹی دو الگ چیزیں ہرگز نہیں۔ یہ ایک ہی کھیل کے دو حصے ہیں۔

بشکریہ روزنامہ "اساس"

شک کے مارے ہوئے لوگو "شریعت" ایسے نافذ ہو گی

پاکستان میں نظام شریعت کے مخالفین مختلف انداز میں لوگوں پر اثر انداز ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ عوام میں بددلی اور مایوسی پھیلانا ان کا ایک اہم ہتھیار ہے۔ جناب شکیل پراچہ نے ایسے شکوک وشبہات پیدا کرنے والوں کی ایک مخصوص انداز میں خبر لی ہے۔ (ادارہ)

تحریر۔ شکیل پراچہ

یہ دور بلاشبہ تشکیک کا دور ہے یونانی سوفسطائیوں کی طرح بعض اوقات "ذہانت" اور قلم کی کمائی کھانے والے دن کے اجالے کے بارے میں بھی شکوک وشبہات پیدا کر دیتے ہیں جب سے حکومت نے پندرھویں آئینی ترمیم کے ذریعے نفاذ شریعت بل پیش کیا ہے یہ "تشکیکئے" ایسی ایسی دور کی کوڑی لا رہے ہیں کہ پروتاغورس بھی ان کے سامنے صاحب یقین لگنے لگتا ہے "اس ملک میں شریعت نافذ ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ وزیراعظم نے یہ بل زیادہ سے زیادہ اختیارات اپنی ذات کے لئے حاصل کرنے کے لئے تین شقوں کا سہارا لیا ہے"۔

ایک اور شک آلود ذہنیت سوال داغتی ہے کہ شریعت بل کی ضرورت ہی نہیں تھی اسلامی نظریاتی کونسل کے پاس ایک شریعت بل پہلے ہی سے موجود ہے اس بل کو ہی نافذ نہیں کیا جا سکا تو اب سات سال بعد یہ کام کیسے ہو گا ایک تیسرا بڑھک لگاتا ہے کہ پارلیمنٹ میں شرابی' زانی' سود خور' خزانہ چور اور حرام خور بیٹھے ہوئے ہیں شریعت کیسے نافذ ہو گی؟

اسی طرح کا ایک اور تشکیکیا چوراہے میں کھڑا خمار زدہ لڑکھڑاتی آواز میں اپنی پٹاری سے دو سوال نکال کر صدا لگاتا ہے "شریعت نافذ کرنے والے کون ہیں؟ کیا ہیں؟ اور اس سے بھی زیادہ خطرناک سوال یہ ہے کہ جن پر شریعت کا نفاذ ہو گا وہ کون ہیں؟ کیا ہیں اور کیسے ہیں؟ اور یہ سوال اگل دینے کے بعد اسے مزید ابکائیاں آتی ہیں کہ جاگیروں اور صنعتوں کے مالک جو محلات میں رہتے ہیں قیمتی گاڑیوں میں پھرتے ہیں' بیش قیمت گھڑیاں' جوتے اور ملبوسات استعمال کرتے ہیں یہ حکمران شریعت نافذ نہیں کر سکتے اور یہ کہ عوام چونکہ ایرے غیرے' نتھو خیرے' للو پنجو اور مالو مصلی ہیں اور وہ اپنے گھروں کا گند باہر گلیوں میں ڈال دیتے ہیں اس لئے ایسے عوام پر بھی اسلام نافذ نہیں ہو سکتا شریعت کے نفاذ کو محض ایک سیاسی نعرہ سمجھنے والوں کو اس بات کی سمجھ آ ہی نہیں سکتی کہ اللہ نہ صرف تمام جہانوں کا مالک ہے بلکہ وہ تمام زمانوں کا بھی مالک ہے ارے کم نظرو! جس نے شریعت دی ہے وہ اس کے نفاذ کے جملہ لوازمات سے کیسے بے خبر رہ سکتا ہے؟

شریعت کیا ہے؟ قرآن وسنت پر مبنی نظام کیسا ہوتا ہے؟ اور پاکستان میں شریعت کا نفاذ کیسے ہو گا؟ یہ نظام نافذ کرنے والے کون ہوں گے؟ اور یہ کہ وہ عوام کہاں ہیں جن پر شریعت نافذ کی جائے گی؟ ایسے اور اسی طرح کے دیگر سوالات کا جواب لینے کے لئے میں آپ کے سامنے ایک منظر پیش کر رہا ہوں اور ان سب تشکیکیوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ 13 ستمبر کے اردو اور انگریزی کے سبھی قومی اخبارات میں تنظیم الاخوان کے بارہ ستمبر کے جلسہ لاہور کی رپورٹنگ کو "ایمان" کی آنکھوں سے پڑھیں شاید ان کو اپنے خود ساختہ سوالوں کے جہنم سے بچ نکلنے کا ایک یقینی راستہ مل جائے۔

موچی دروازہ لاہور کی ایک تاریخی جلسہ گاہ ہے اس میں تنظیم الاخوان ایک جلسہ منعقد کر رہی ہے جلسے سے تنظیم کے

سربراہ امیر محمد اکرم اعوان خطاب کر رہے ہیں سامعین کی تعداد پچاس ساٹھ ہزار سے کسی طرح کم نہیں سامعین میں خواتین کی ایک بڑی تعداد بھی شریک ہے مردوں میں اکثریت تنظیم الاخوان کے ورکرز کی ہے نام کے مسلمانوں کی بھی ایک بڑی تعداد حاضر ہے جلسہ گاہ سے باہر ہر طرف ٹریفک بلاک ہے اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ دم بخود کھڑے ہیں اسلام آباد اور لاہور سے جلسہ کی کوریج کے لئے فارن اور قومی پریس کے نمائندہ افراد بھی موجود ہیں ایک دراز قد' باریش اور کشادہ چہرے والا انسان ڈائس پر آتا ہے درود وسلام کے بعد یہ انسان ہجوم سے مخاطب ہوتا ہے ہم اب اس ملک پر کسی فاسق وفاجر کو حکومت نہیں کرنے دیں گے اسلام ہی پاکستان کا مقدر ہے حکمران بھی سن لیں امریکہ بھی سن لے شریعت کی مخالف سب قوتیں بھی سن لیں اب پاکستان میں یا اسلام نافذ ہوگا یا ہم اپنی گردنیں کٹائیں گے" یوں لگتا ہے جیسے یہ آواز سیدھی آسمانوں سے آرہی ہے پارلیمنٹ میں بیٹھنے والو! تم سن لو اللہ رب العزت نے تمہیں یہ موقع دیا ہے کہ تم ملک میں اسلامی نظام نافذ کر کے اپنی عاقبت سنوار لو اسلام ہی میں ہم سب کی نجات ہے سودی معیشت ہمارے تمام مسائل اور مشکلات کا سبب ہے لوگو! فیصلہ تو ہو چکا ہم شہادت کا راستہ اختیار کر چکے ہیں اب ہم لوٹ کر اپنے گھروں کو نہیں جائیں گے۔ اس موقع پر اکرم اعوان کہتے ہیں موت کے اس راستے میں کون ہے جو میرا مددگار ہو؟ سوال بھی آسمانوں سے آیا ہوا لگتا ہے لیکن اس قدر پرشکوہ ہے اور اس قدر محبوبیت اپنے اندر رکھتا ہے کہ ہجوم کو فیصلہ کرنے میں ایک ساعت بھی نہیں لگتی جواب آتا ہے "ہم حاضر ہیں" جواب دینے والوں میں شامل باریش' کلین شیو' صرف مونچھوں والے' خواتین' بچے' مرد جلسہ گاہ کے اندر موجود منڈیروں سے لٹکے ہوئے کوٹھوں پر چڑھے ہوئے سڑک پر کھڑے ہوئے ٹرکوں اور بسوں کی چھتوں پر بیٹھے ہوئے ان ایرے غیروں' نتھو خیروں' مالو مصلیوں ٹٹ پنجوؤں اور للو پنجوؤں کو یک دم کیا ہوگا؟ یہ سبھی تنظیم الاخوان کے ورکرز تو نہیں' یہ سب امیر محمد اکرم اعوان کے مرید تو نہیں؟ تو آخر یہ سب کیوں کہہ رہے ہیں کہ ہم حاضر ہیں؟ میری دانست میں ان سب کو اپنے زندہ رہنے کا جواز مل گیا ہے۔

"جو لوگ موت کے اس راستے میں ساتھ دینے کو تیار ہیں وہ جس جگہ بھی کھڑے ہیں ایک دوسرے کے کندھے پر ہاتھ رکھ لیں اور اقرار کریں کہ اے اللہ میں اپنی زندگی اور موت تیرے دین کے نفاذ کے لئے آج سے ابھی سے وقف کرتا ہوں"

ہارون رشید کہتا ہے کہ اس نے تیس برسوں میں ایسا جلسہ نہیں دیکھا' ایسے لوگ نہیں دیکھے' ایسا رہنما نہیں دیکھا' ایسی آواز نہیں سنی محسن رضا کہتا ہے کہ اس نے ایسا جادو نہیں دیکھا' ایسی تقریر نہیں سنی' ایسی تاثیر نہیں دیکھی' بی بی سی کا شاہد ملک اپنے شب نامہ میں جلسہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے مولانا اکرم اعوان کا تیار کردہ جانبازوں کا دستہ چی گویرا کی طرح کی ٹوپی پہننے اور داڑھی رکھنے والے نوجوانوں پر **مشتمل** ہے۔ جلسہ میں اکثریت ایسے نوجوانوں کی تھی جنہوں نے سروں پر مہر نبوت کے عکس والے جھنڈوں کا کفن باندھ رکھا تھا لیجئے' جناب! جواب حاضر ہے کہ اس ملک میں شریعت کون نافذ کرے گا اور کن لوگوں پر نافذ ہوگی اسلام امن سکون اور عدل پر مبنی معاشرے کی ضمانت دیتا ہے اور تنظیم الاخوان کے جلسہ میں موجود افراد نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسلام ہی پاکستان کا مقدر ہے اور یہ کہ شریعت نافذ کرنے والے مریخ سے نہیں آئیں گے وہ یہیں کہیں ہیں۔

آخر میں ان شک پرستوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ "ذہانت" اور قلم کی کمائی کھانے کی بجائے تنظیم الاخوان کے امیر سے رابطہ کریں اور اگر میرے' آج کے اس کالم میں کوئی سوال ادھورا رہ گیا ہے تو ان سے جواب لے لیں امیر محمد اکرم اعوان سے ملاقات کے لئے کسی پیشگی اجازت کی ضرورت نہیں البتہ جواب سننے کا حوصلہ شرط ہے۔

بہ شکریہ روزنامہ "اساس"

اسلام میں عورت کا مقام

جوں جوں نفاذ اسلام کی منزل قریب آرہی ہے۔ اس کی مخالفت میں بھی تیزی آتی جا رہی ہے۔ کچھ مغرب زدہ بیگمات پاکستانی خواتین کو ان کے حقوق کے نام پر ورغلانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اسلام عورتوں کو کیا حقوق دیتا ہے۔ اور مسلمان خواتین کا اسلامی تاریخ میں کیا کردار رہا ہے اس مضمون میں اس کا احاطہ کیا گیا ہے۔ (ادارہ)

الاخوات (شعبہ خواتین) تنظیم الاخوان پاکستان 12-9-98

صدر محفل، علمائے کرام، سامعین گرامی، خواتین و حضرات اسلام علیکم! الحمد اللہ آج ملک عزیز میں نفاذ اسلام کی بات چلی ہے۔ اسلام جو دنیا بھر کے مقہور و مجبور پریشان حال انسانوں کے لئے فلاح و نجات کا واحد راستہ ہے۔

ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ ہم خواتین کو ہمارا کھویا ہوا وقار دلانے کی ضمانت ہے۔ اللہ کے دین کا اصول ہے کہ مرد اور عورت انسانیت کے دو جزو ہیں۔ اللہ کی نظر میں مساوی ہیں۔ دونوں کا محاسبہ روز حشر ایک ہی میدان میں ایک ہی رب کے حضور ہوگا۔ کامیابی کی صورت میں دونوں کے لئے ایک ہی جنت اور ناکامی پر ایک ہی دوزخ مقدر ہوگی۔ جب تک یہ دنیا میں ہیں کاروبار دنیا چلانے کے لئے اللہ نے ان کو الگ الگ فرائض سونپے ہیں۔ اس حکمت کے ساتھ کہ دونوں کو ایک دوسرے کا محتاج بنا دیا۔ لہذا ان میں سے ہر ایک مجبور ہے کہ اپنی بقا کے لئے دوسرے پر انحصار کرے۔ اس باہمی احتیاج کے حوالے سے مسئلہ برتری اور کمتری کا نہیں۔ صرف دائرہ کار میں فرق کا ہے۔ اور اسی حوالے سے دونوں کی بدنی ساخت اور حقوق و فرائض جداگانہ ہیں۔ خاتون نسل انساں کی بقا اور تربیت پر مامور ہے اور مرد کے ذمے اس کی معاش اور تحفظ۔ یعنی گلشن ہستی کو آراستہ کرنے کے لئے کھاد اور پانی کی ذمہ داری مرد حضرات پر ہے اس لئے وہ جسمانی طور پر طاقت ور ہیں۔ جبکہ ایک ایک کونپل کی آبیاری اور دیکھ بھال کے لئے جس استقامت اور محبت کی ضرورت ہے وہ عورت کو عطا کر دی۔ لیکن یہ تقسیم کار کوئی ناقابل عبور خندق نہیں ہے۔ بلکہ حالات اور ضرورت کے مطابق مرد اور عورت کے کام ایک دوسرے کے حدود میں داخل ہوتے رہتے ہیں۔

اسلام عورتوں کو گھروں میں قید نہیں کرتا۔ صرف خاندان کی معاشی کفالت سے آزاد کرتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو شرعی اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے اپنے وقار اور مقام کو یاد رکھتے ہوئے زندگی کے مختلف شعبوں میں کام کر سکتی ہیں۔ اسلامی تاریخ ایسی خواتین کے ناموں سے بھری پڑی ہے جنہوں نے مختلف فنون میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ ان کے وجود حجاب میں رہے۔ لیکن ان کے کام ان کے علمی پایہ اور ہنر مندی کا منہ بولتے ثبوت ہیں۔ ایسی مثالیں امہات المومنین صحابیاتؓ اور مومنات میں بکثرت موجود ہیں۔

ضرورت پڑنے پر ہم دیکھتے ہیں کہ کھنکتی تلواروں اور کٹتے بدنوں کے درمیان نبیؐ کی محبوب بیوی اور لاڈلی بیٹی مستعدی سے زخمیوں کو فرسٹ ایڈ پہنچانے میں مصروف ہیں۔ دوسری طرف ام عمارہؓ زرہ پہنے شمشیر کی بجلی ہاتھ میں لئے کافروں کے لئے موت کا پیغام بنی ہیں کہیں خولہؓ اور رومی شہسواروں کے سر ہیں۔ خیموں کی چوبیں تلواروں کے مقابلہ پر ہیں۔

بے شک اسلام میں عورت کا اصل مقام اس کا گھر ہے۔ اور اسلام جب جب اور جس جس جگہ بھرپور اور مکمل طور پر نافذ رہا وہاں سینکڑوں درخشاں مثالیں چھوڑ گیا۔ مسلمان خواتین کو جب بھی تحفظ، عزت اور اسلامی حقوق دیئے گئے انہوں نے دنیا کی

جھولی موتیوں سے بھر دی۔ نڈر جرنیل' جاں نثار سپاہی' شاہوں کے سر مظلوموں کے قدموں میں جھکا دینے والے بے نیاز بیباک قاضی اور مصنف' ڈاکٹر' انجینیئر' سائنس دان حساب دان ایسے ایسے غازی اور شہید جنہوں نے انسانیت کو سربلند کیا۔ فرشتوں کو تخلیق آدم کی غرض وغایت سمجھائی۔ یہ سب افسانے نہیں۔ غیر مسلم مورخوں کی مرتب کی ہوئی تواریخ میں ستاروں کی طرح جگمگانے والے نام ہیں۔

پاکستان میں ایک طرف تو خواتین کی وہ اکثریت ہے۔ جو اپنے خداداد منصب عالی سے غافل' مغرب کی طرف جھولی پھیلائے کھڑی ہے اس ادراک کے بغیر کہ جن کے اپنے دامن میں آگ لگی ہو وہ دوسروں کی جھولی میں پھول اور کلیاں کہاں سے ڈالیں گے۔ جن معاشروں نے عورت کو برابری دینے کا دعوی کیا انہوں نے عملی طور پر عورت کو سوائے رسوائی کے کچھ نہیں دیا۔ عورت کو بطور عورت عزت نہیں دی۔ اس کو یا تو دل بہلانے کے لئے کھلونا بنا لیا یا اس کو مردانہ اوصاف اپنانے پر مجبور کیا مرد بننے کا لاحاصل جنون مغرب کی عورت کے اسی احساس کمتری کا نتیجہ ہے۔

دوسری طرف وہ خواتین ہیں جن کو ہندووانہ رسم ورواج کے زیر اثر ہر قسم کے حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے۔ اور بطور خاتون ان کی توقیر چھن چکی ہے۔ اسلام کے تحت بے پناہ صلاحیتوں کی مالک یہ صنف نازک نہ تو انتقام کے شعلوں میں جل کر راکھ ہوتی ہے اور نہ ذلت و خواری اس کا مقدر بنا دی جاتی ہے۔ بلکہ ہر طرف سے دامن چھڑا کر وہ اپنے رب کے در پر سرجھکا دیتی ہے۔ اس در سے جو مقام ہمیں عطا ہوا' دامن محمدؐ سے وابستہ ہونے پر جو توقیر ہمیں ملی ہم اس سے دست بردار ہونے کو تیار نہیں۔ اسلام کے شجر سایہ دار کی ٹھنڈی چھاؤں میں تحفظ ہے۔ سکون ہے۔ ہمیں تپتے سورج میں ننگے پیر ننگے سر گرد آلود راہوں پر بھٹکنے پر مجبور نہ کریں۔ ہم اپنے رب کی باندیاں ہیں۔ نبیؐ کی بیٹیاں ہیں۔ جو یہ رشتہ ہم سے چھینے گا۔ اس کے خلاف اعلان جہاد ہے۔

نبیؐ نے جنگ احد کے بارے میں فرمایا "میں جس طرف دیکھتا تھا' ام عمارہؓ ہی نظر آتی تھیں" اللہ کی قسم اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ میدان عمل پکارے گا تو لبیک اللھم لبیک کہتی ہوئی پاکستان کی پاک بیٹیاں ہر طرف مصروف جہاد ہو جائیں گی۔

ذکر الٰہی

دلوں کا اطمینان ذکر الٰہی
عبادتوں کی جان ذکر الٰہی
رہے جاری ہر آن ذکر الٰہی
ہے راستہ عرفان ذکر الٰہی
پختہ کرتا ہے ایمان ذکر الٰہی
بڑھائے مومن کی شان ذکر الٰہی
دور بھگائے شیطان ذکر الٰہی
مشکل کرے آسان ذکر الٰہی
ہے فلاح کا سامان ذکر الٰہی
ہے ضرورت مسلمان ذکر الٰہی
ہے حکم قرآن ذکر الٰہی
ہے نبیؐ کا فرمان ذکر الٰہی
رکھے جذبے جوان ذکر الٰہی
کرائے رب کی پہچان ذکر الٰہی

رفاقت ملک' گلستان کالونی گوجرانوالہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی

پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے بہت سی پیشین گوئیاں کی ہیں جن میں سے کچھ ان کی ظاہری حیات مبارکہ میں پوری ہوئیں اور کچھ بعد میں۔ لیکن یہ ایک ایسی پیشین گوئی ہے جو غزوہ الہند کے نام سے مشہور ہے اور جس کا پورا ہونا ابھی باقی ہے۔ آثار و قرائن بتاتے ہیں کہ اب اس کے پورا ہونے کا وقت قریب ہے۔ (ادارہ)

خطاب۔ مولانا محمد اکرم اعوان۔ دار العرفان منارہ۔ 19-6-98

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ کل یعمل علی شاکلتہ وربکم اعلم بمن ھو اھدی سبیلا

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دنیا کی ہر قوم اپنے اپنے انداز میں' اپنے لئے کوئی' اپنی طرف سے بہت اچھا یا بہتر طریقہ مقرر کرتی ہے۔ لیکن یہ بات پروردگار عالم ہی جانتا ہے کہ ان میں سے کون سا ایک سب سے زیادہ صحیح اور بہتر راستے پر ہے۔ مراد یہ ہے کہ معاشرہ انسانی جہاں بھی ہے اس کی ضرورت ہے کہ رہنے سہنے کے' لین دین کے' حقوق و فرائض کے کچھ اصول مرتب کرے تاکہ ان کے مطابق رہا جائے اور اگر کوئی ان سے تجاوز کرے تو اس کا سدباب کیا جائے۔ عدلیہ ہو' عدالت ہو۔ معاشرے کی اونچ نیچ سمجھانے کے لئے' سکھانے کا' تعلیم و علم کا' کوئی اہتمام ہو۔

میں ایک دن افریقہ کی جنگلی اقوام کی مووی دیکھ رہا تھا جنہیں لباس تک سے واقفیت نہیں جانوروں کی طرح جنگلوں میں رہتے ہیں۔ گزشتہ زمانے کی بات تھی پرانی مووی تھی۔ تو وہاں بھی چند چھوٹے بچوں کو لیکر ان کا ایک بوڑھا بیٹھا ہوا تھا جو انہیں اشاروں سے مختلف جانوروں کے چلنے کے انداز یا ان کے حلیے سمجھا رہا تھا۔ ان کی زندگی اتنی ہی تھی کہ جنگلی جانور شکار کر لیا یا ایذا دینے والے جانور سے اپنا تحفظ کر لیا۔ تو وہ بھی اس کے اصول یا طریقے اپنے انداز سے انہیں سکھا اور سمجھا رہا تھا۔ جہاں بھی انسانی معاشرہ ہے وہاں آپ کو یہ دو چیزیں ملیں گی۔ ایک جو کچھ وہ پہلے سے جانتے ہیں وہ آنے والوں کو سکھانے کا اہتمام دوسرے قواعد و ضوابط حقوق و فرائض اور اس کے ساتھ ایک نظام عدل۔ ان وحشیوں میں بھی ایک سردار ہوتا تھا پھر اس کے پاس وہ مقدمات جس کے ساتھ زیادتی ہوتی لیکر جاتے وہ غلط یا صحیح فیصلہ کرتا۔

دنیا نے ترقی کی' علوم جدیدہ آئے اقوام عالم نے اپنے لئے مختلف نظام ہائے حیات بنائے۔ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے تو دنیا میں مختلف اقوام کے پاس مختلف انداز کے اپنے اپنے نظام ہائے حیات تھے۔ وہ غلط تھے یا کوئی ان میں سے کوئی بہت کمزور یا بدتر تھا یہ الگ بات ہے لیکن ہر قوم کے پاس کوئی اصول' کچھ طریقے' کچھ سلیقے' کچھ احتساب کا' کوئی عدل کا نظام' کوئی حکومت کا' حقوق و فرائض کی کوئی بات ضرور تھی۔ جب اسلام آیا تو اسلام نے اپنی بالادستی قائم نہیں کی۔ اسلام نے ہر چیز کو مٹا کر وہاں ایک نئی بنیاد رکھی جس میں نہ کوئی زبردستی تھی نہ بالادستی تھی' وہ صرف اسلام تھا۔ جو معاشرہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ترتیب دیا اس معاشرے میں اسلام کی بالادستی کا تصور نہیں تھا بلکہ تمام نظام ہائے کو مٹا کر صاف کر کے اس کی جگہ اسلام اور صرف اسلام کو قائم کیا گیا۔ ہمارے سیاستدان یا ہمارے حکمران یا حکومتی طبقہ جنہیں دین سے مس نہیں ہے وہ تو اسلام کی بالادستی یا اسلام کی سپرمیسی کی بات کریں یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ہمارے دینی رہنما اور علماء ایسی بات کیوں کرتے ہیں۔ جب کہ بالادستی سے تو یہ مراد ہے کہ کام تو کسی اور طریقے سے نیچے نیچے

ہوتا رہے لیکن اسلام اس پر نگران ہو اور کہیں جہاں اسلام سمجھے کہ یہ صحیح نہیں ہو رہا اسے روک دے ورنہ خاموش بیٹھا رہے۔ کیا ایسا کوئی تصور آج سے پہلے بھی اسلام کے بارے میں کسی زمانے میں ملتا ہے؟ خیرالقرون میں یا عہد نبوی علی صاحب الصلوٰۃ والسلام میں کیا یہ تصور تھا کہ بھئی جو آپ کے معاشرے کے ضابطے اور قانون ہیں وہی رہیں لیکن بالادستی جو ہے وہ اسلام کی اور قرآن کی مان لو؟ کوئی تصور نہیں تھا بلکہ اسلام نے جو بنیاد رکھی ہے وہ بالادستی کی نہیں ہے اس نے بنیاد بھی نفی سے رکھی ہے۔ دنیا کے جتنے فلسفہ حیات ہیں وہ ایجاب سے شروع ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں ہمیں قبول کرو۔ اسلام عظمت الٰہی یا توحید باری کو قبول کروانے کی بات نہیں کرتا وہ کہتا ہے پہلے جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کا انکار کرو یعنی اسلام کا فلسفہ ایمان ہی نفی سے اور لا سے شروع ہوتا ہے۔

لا الہ کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں' کوئی معبود نہیں' کوئی ایسی ہستی نہیں جس کی عبادت کی جائے فرمایا جب سب ختم ہو جائیں تو اب کہو "الا اللہ" کہ اللہ ہے۔ یہ بالادستی تو نہیں یہ تو سب کچھ جو اسلام کے علاوہ ہے اسے مٹا کر اس کی جگہ اسلام کو قائم کرنے کی بات ہے۔ اب ہمارا دینی طبقہ جو ہے علماء کا وہ بھی فرماتا ہیں کہ اسلام کی بالادستی ہونی چاہئے۔ بالادستی سے مراد کیا یہ ہے کہ بالادستی اسلام کی مانی جائے اور عمل کسی اور قانون پر کیا جائے لیکن اسے کمزور مانا جائے۔ میرے خیال میں ایسا کوئی تصور اسلام کے پاس نہیں۔ ہماری محرومی ہے کہ ہمارا جو طبقہ دینی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے ان کے ان ارشادات سے پتہ چلتا ہے کہ دین کے مطابق امور سلطنت چلانے کا درست تصور شاید ان کے پاس بھی نہیں ہے اور یہ کسی بھی قوم کے لئے انتہائی مایوسی کی حالت ہوتی ہے۔ گویا وہ چاہتے ہیں کہ مروجہ قوانین یا آئین ودستور بھی قائم رہے اور اسلام بھی نافذ ہو جائے یہ کیسے ممکن ہے؟ ایک طریقہ کار غیر اسلامی ہو' طریقہ انتخاب غیر اسلامی ہو' طریقہ عمل غیر اسلامی ہو' منتخب ہونے والے لوگوں کی اکثریت اینٹی اسلام ہو۔ اور کچھ عقائد کے اعتبار سے غیر مسلم ہوں اور باقی کردار کے اعتبار سے اسلام سے کوسوں دور ہوں۔ وہ سب مل کر اسلام کی بالادستی قائم کر دیں یہ کیسا عجیب سا تصور ہے اور پچاس سال یعنی نصف صدی بعد اس غریب قوم کو پھر ایک نئی الجھن میں' ایک بند گلی میں دھکیلا جا رہا ہے جس کا کوئی سرا نہیں ملتا' جس کا کوئی سر پیر نہیں ہے۔ لہٰذا ایسا کوئی تصور کہ جی! اسلام کی بالادستی ہو بنیادی طور پر یہ تصور غلط ہے یہ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ مجھے ایک دعوت نامہ آیا ہے جس کے مطابق علماء اور دینی جماعتوں کا لاہور میں ایک کنونشن ہو رہا ہے۔ اور اس کے ایجنڈے پر صرف دو باتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ معیشت سے سود ختم کیا جائے اور دوسری یہ کہ شریعت کی بالادستی قائم کی جائے۔ بہت اچھی بات ہے اگر معیشت سے سود ختم کر دیا جائے لیکن کیا ہم ساری عمر اسلام پر عمل کرنے کے لئے اس کے مختلف اجزاء تلاش کرتے رہیں گے۔ اب جمعے کے دو فرض ہیں تو کیا یہ کہا جائے کہ جی ایک تو پڑھ لیا جائے ابھی ایک سے شروع کرتے ہیں پھر جب فرصت ہوگی تو دو پورے کر لیا کریں گے۔ سود ختم کرنا اچھی بات ہے لیکن سارے کا سارا نظام اسلامی کیوں نہ کیا جائے؟ سوال تو یہ اٹھتا ہے' یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ ایک ایک بات کو لیتے ہیں اور پھر اسے سبوتاژ کیا جاتا ہے مثلاً لوجی نظام زکوٰۃ نافذ کر دیا گیا' یہ اسلام نافذ ہو رہا ہے؟ اب نظام زکوٰۃ نافذ کیا گیا ہے اس کے لئے نہ وہ معاشرہ ہے' نہ وہ ذرائع آمدن ہیں' نہ وہ طریقہ بیع وشراء ہے' ان میں کسی میں حلت وحرمت کا کوئی تصور نہیں' عدالت غیر اسلامی ہے' عدلیہ میں انصاف کا کوئی تصور نہیں' تعلیم وعلم اور تعلیمی ادارے سارے غیر اسلامی ہیں وہاں اسلام کا کوئی تصور نہیں' ذرائع ابلاغ سارے غیر اسلامی ہیں وہاں اسلام کا کوئی تصور نہیں' اب اس میں ایک زکوٰۃ آپ فٹ کرتے ہیں وہ کیسے ہوگی۔ پھر جب اس اکیلے قانون کو لیا گیا تو اس کا حشر یہ کیا گیا کہ

زکواۃ کا معیار جو چودہ صدیوں سے طے شدہ آرہا تھا۔ کیونکہ زکواۃ اللہ نے فرض کی ہے ماوشما کی فرض کردہ نہیں ہے وہ جس نے فرض کی ہے اس نے اس کی مقدار فرض کر دی ہے کہ کتنے سرمائے پر کتنی زکواۃ ہوگی' کتنے جانوروں پر کتنی زکواۃ ہوگی' اونٹوں پر کیا ہوگی' گائے پر کیا ہوگی' بکریوں پر کیا ہوگی' بھیڑوں پر کیا ہوگی' سونے اور چاندی پر کتنی ہوگی' نقدی پہ کتنی ہوگی یا اجناس میں کتنا حصہ ہوگا۔ یہ سب طے شدہ امر ہے۔ یہاں نفاذ کے وقت اس کا وہ معیار اور وہ طریقہ جو چودہ صدیوں سے آرہا تھا وہ بدل دیا گیا اور حکومت نے ایک اپنا اندازہ ٹھونس دیا کہ جی اتنے پیسے کاٹ لئے جائیں۔ اب جب وہ لوگوں کے حساب سے کٹ گئے تو اسکا سب سے بڑا مصرف سیاسی رشوت کے طور پر کیا گیا۔ یا پھر ڈوموں' کنجروں' بھانڈوں کو اور ناجائز کام کروانے کے لئے رشوت کے طور پر اسے صرف کیا گیا اور ساتھ اسلام پر احسان بھی کیا گیا کہ جی اسلام نافذ ہو گیا۔ آئندہ بھی کوئی حکم اگر جزوی نافذ کیا جائے تو اس کا بھی یہی حشر ہوگا۔ لیکن آخر کیوں جزوی احکام نافذ کئے جائیں؟ سارے کا سارا اسلام کیوں نافذ نہ کیا جائے؟ اس کا کیا جواب ہے؟ اور پھر سمجھ نہیں آتا کہ علماء ایسے مطالبے کیوں کرتے ہیں۔ سودی نظام ختم کر دو اسلام کی بالادستی۔ بالادستی سے کیا مراد ہے آپ کی کہ نظام کوئی اور رہے اور اس کی نگرانی اسلام کرے۔ اور بالادستی کا کیا تصور ہوتا ہے جب کہ اسلام کا تصور تو یہ ہے کہ صرف اسلام پر عمل کیا جائے اور اسلام کے باہر قدم نہ رکھا جائے۔

یایھا الذین امنوا دخلوا فی السلم کافتہ۔ سارے کے سارے اسلام میں داخل ہو جاؤ ولا تتبعوا خطوت الشیطن۔ اور اسلام کے باہر کوئی قدم نہ رکھو کہ وہ قدم شیطان کے نقش قدم پر ہوگا۔ اب یہ صورت حال اسی طرف بڑھتی جا رہی ہے جہاں اسلام اور خلاف اسلام قوتوں کا ٹکراؤ ہوگا۔ کیونکہ اسلام سمجھوتے کی راہ نہیں مانتا۔ اسلام میں کچھ لو اور کچھ دو کا سیاسی تصور نہیں ہے۔ اسلام اللہ کا حکم ہے اور مخلوق کو یہ جرات نہیں ہو سکتی کہ وہ اللہ کے ساتھ سمجھوتے کرے اور اپنی شرائط اس قادر مطلق سے منوائے۔ ایسا ممکن نہیں ہے۔ مخلوق کے پاس اطاعت کے علاوہ کوئی چارہ کار ہے ہی نہیں۔ اور اس قوم کے کرتا دھرتا ابھی تک سودے بازی پر لگے ہوئے ہیں اللہ کے ساتھ' اللہ کے دین کے ساتھ' اللہ کی کتاب کے ساتھ سمجھوتوں پر لگے ہوئے ہیں۔ کہ کچھ ہماری چلنے دو کچھ اپنی چلاؤ۔

اہل مکہ کا ایک وفد نبی علیہ الصلواۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ اور یہی مطالبہ لے کر آیا کہ پہلے بھی یہاں مکے میں متعدد مذاہب موجود ہیں سب اپنے اپنے طریقے پہ عبادت کرتے ہیں لیکن چونکہ ہمارا معاشرہ ایک ہے اور اس معاشرے کے طے شدہ اصول ہیں تو جب معاشرے کی بات آتی ہے' لین دین کی بات آتی ہے' کوئی جھگڑے فساد کو طے کرنے کی بات آتی ہے تو جو معاشرے کے صدیوں سے مروجہ اصول آرہے ہیں اس کے مطابق سارے طے کر لیتے ہیں اور جب عبادت کی بات آتی ہے تو ہر کوئی اپنی اپنی کر لیتا ہے۔ اس مکے میں بتوں کے پوجنے والے بھی ہیں اور اسی مکے میں بتوں کا انکار کرنے والے بھی ہیں۔ آگ کے پجاری بھی ہیں' ستاروں کے پوجنے والے بھی ہیں۔ جنوں کے پجاری بھی ہیں' یہودی بھی ہیں' نصاری بھی ہیں' عبادت کے وقت ہر کوئی اپنے اپنے مذہب پہ عمل کر لیتا ہے لیکن جب بات اجتماعی معاشرے کی آتی ہے تو وہ ہمارے طے شدہ اصولوں کے مطابق طے ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ اگر ہمارے طریقہ عبادت کو پسند نہیں کرتے' جتنے پہلے طریقے ہیں ان میں سے بھی کسی کو پسند نہیں کرتے' آپ ﷺ نے ایک نیا تصور دیا اللہ کا بھی' ایک نیا طریقہ دیا عبادت کا بھی' آپ ﷺ جانیں آپ ﷺ کا طریقہ عبادت جانے' آپ ﷺ کا اللہ جانے' ہمیں اس سے کوئی جھگڑا نہیں لیکن ہمارے معاشرے کے جو طے شدہ اصول ہیں صرف انہیں اپنا لیں۔ جو طریقہ خرید و فروخت کا

ہے' جو طریقہ بیع و شراء کا' جھگڑے فساد کا یا اس کے انصاف کا ہے' آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ماننے والے بھی ان اصولوں کے مطابق ہمارے ساتھ معاملات کریں۔ آپ ﷺ عبادت اپنے طریقے سے کرتے رہیں تاکہ یہ جھگڑا ختم ہو جائے۔ تو اس کا جواب اللہ کریم نے دیا تھا کہ اللہ کے ساتھ سمجھوتے ممکن نہیں ہیں تمہارا طریق معاشرت باطل ہے جب کہ اللہ نے جو طریق دیا ہے یہ حق ہے اور تم چاہو یا نہ چاہو حق غالب ہو گا اور تمہارے اس باطل نظام کو جانا ہو گا۔

اگر بالادستی کی بات ہوتی تو وہاں بھی سمجھوتہ ہو جاتا' بات بالادستی کی نہیں ہے۔ اسلام میں بالادستی یا زبردستی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اسلام اپنے ساتھ کسی کی شراکت قبول کرتا ہی نہیں اور اگر یہ حال رہا تو اس قوم کی اکثریت وہ ہے جو اسلام پر اسلام کے نام پر جان دینے کے لئے آمادہ ہے اور دینی رہنماؤں اور دینی جماعتوں نے بھی پچاس ساٹھ سالوں سے اس قوم پر اسلام' اسلام' اسلام کہہ کر تھڑا ڈال رکھا ہے اور اجارہ داری قائم کر رکھی ہے کروڑوں روپے یہ قوم ہر سال دینی جماعتوں اور دینی زعماء کی خدمت میں پیش کرتی ہے اس لئے نہیں کہ پھر انہیں بالادستی کا چکر دیا جائے' اس لئے کہ نظام اسلام قائم کیا جائے اور ہمارے دینی زعماء کو اس وقت سے ڈرنا چاہئے جب لوگوں پہ یہ بھید کھل جائے کہ آپ بھی نفاذ اسلام کی بات نہیں کرتے بالادستی کے چکر میں ڈال رہے ہیں۔ اگر یہ بات جس انداز میں میں نے سمجھی ہے یا تو میں نے غلط سمجھا ہے اور یا پھر لوگوں کو اس کی سمجھ نہیں آ رہی۔ اگر اس انداز سے لوگوں نے سمجھ لی تو پھر ہمارے دینی زعماء کا حشر بھی شاید نواز شریف وغیرہ کے ساتھ ہی ہو۔ چونکہ دین میں کسی کی اجارہ داری نہیں ہے۔ نہ مولانا کی' نہ پیر صاحب کی' نہ سیاست دان کی' نہ وزیراعظم کی' نہ صدر مملکت کی دین اللہ کا حکم ہے دین نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیا ہوا پیغام ہے اور دین اتباع محمد رسول اللہ ﷺ کا نام ہے یہاں کوئی بالادستی زبردستی کی بات نہیں ہے اور انشاء اللہ میں اس کانفرنس میں بھی جاؤں گا اور علماء سے بھی یہ بات عرض کر دوں گا کہ آپ یہ بالادستی کے چکر سے نکل آئیں ورنہ آپ بھی اسی صف میں جا رہے ہیں جس طرف دوسرے لوگ بیٹھے ہیں۔

لیکن نظر یہ آتا ہے کہ اب بات باتوں سے نہیں اب بات ہتوں سے طے ہو گی اگر دینی علماء کا طبقہ اور دینی زعماء کا طبقہ بھی ان سمجھوتوں پر سوچنے لگ گیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ پھر یہ فیصلے عام آدمی کرے گا اور عام آدمی جب فیصلے کرتا ہے تو وہ بڑے بے رحمانہ اور بڑے روتھ لیس طریقے سے ہوتے ہیں۔ میں نے پچھلے دنوں لاہور ایک ملاقات میں یہ بات کہہ دی تو وہ اخبار میں بھی آگئی ایک صحافی کہنے لگا کہ جی یہ پنجاب والے لڑنا تو جانتے نہیں جو بھی آیا یہ اس کے ساتھ ہو لئے اور پنجاب میں تو لڑنے کی کوئی بات ہی نہیں۔ میں نے کہا یار تاریخ تو دیکھیں! پنجابیوں کی تو عمر ہی لڑتے لڑتے گزر گئی' کسی کو پانی پت میں ضرورت پڑی تو پنجاب ہی کا خون کام آیا تھا اور کوئی گجرات کاٹھیاواڑ تک گیا تو اس کے ساتھ بھی پنجاب کا خون تھا اور تب سے لیکر دوسری جنگ عظیم تک جاپان سے لیکر برلن تک پنجابیوں کے لاشے بکھرے نظر آتے ہیں آپ کیسے کہتے ہیں کہ یہ لڑتے نہیں؟ ہاں! یہ الگ بات ہے یہاں قیادت بہت کم رہی اور لیڈر شپ ہمیشہ بکاؤ رہی۔ قیادت جب بھی ملی اور جیسی بھی ملی اس کے ساتھ انہوں نے کام کیا اور یہ ہر قوم کا طریقہ ہوتا ہے ہر بندہ کام نہیں کر سکتا قیادت کام کرواتی ہے لوگوں سے۔ آج بھی' میں نے کہا لیڈر شپ کی کمی ہے کام کرنے والوں کی نہیں۔ اور آج بھی آپ لوگ پنجاب کا خون زیادہ بیچ رہے ہیں۔ خواہ کشمیر میں بک رہا ہے یا افغانستان میں۔ بڑے بڑے لوگ بیٹھے ہوئے دنیا کی مختلف تنظیموں سے فنڈز کھا رہے ہیں اور مرنے کے لئے یہیں کے لوگوں کو' یہیں کے بچوں کو بھیج رہے ہیں۔ جو فنڈز لے رہے ہیں ان کے اپنے بچے تو امریکہ میں پڑھتے ہیں جو کروڑوں روپے کی امداد لے لیتے ہیں وہ

اس امداد پر اپنے بچے باہر کے ملکوں میں پڑھا رہے ہیں اور مرنے کے لئے یہیں سے' پنجاب کے بچوں کو سکولوں سے بھیج رہے ہیں۔ یہ لوسکتے ہیں لیکن یہ ان کی سادگی ہے کہ ہر ایک کو رہنما سمجھ کر اس کے ساتھ چل پڑتے ہیں۔ لیکن آخر کب تک۔

نصف صدی بڑا لمبا اور طویل عرصہ ہوتا ہے اور نصف صدی میں سیاسی جماعتوں نے تو خیر حکومت کرنا تھی' دینا کچھ بھی نہیں تھا لیکن ہماری دینی جماعتوں کو تو کچھ لوٹانا چاہئے تھا عام آدمی کو دیا انہوں نے بھی کچھ نہیں۔ پچاس سال سے لیتے ہی چلے جارہے ہیں' پیسے بھی دے دو' قربانی کی کھالیں بھی دے دو' زکواۃ بھی دے دو' عشر بھی دے دو اور اس کے ساتھ جانیں بھی تم ہی دو۔ لیکن شاید اب محاسبے کی گھڑی قریب آتی جارہی ہے۔ دیتے دیتے جن کی نصف صدی گزر گئی شاید وہ اب حساب پوچھنے پہ آجائیں اور اللہ کرے کہ لوگوں کہ یہ شعور نصیب ہو کہ وہ پوچھنے کے قابل ہو جائیں کہ یہ ہمارے ساتھ ہو کیا رہا ہے۔ اور یاد رکھیئے کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ جی! اسلام کی بالادستی ہوگی' بالادستی نہیں ہوگی انشاء اللہ اسلام ہوگا اور صرف اسلام ہوگا۔ کوئی بالادستی زبردستی نہیں ہوگی یہی زمین ہوگی انشاء اللہ العزیز اور اس پر اسلام نافذ ہوگا۔ اور سارے کا سارا اسلام نافذ ہوگا۔ اور اس میں کوئی غیر اسلامی بات نہیں ہوگی انشاء اللہ العزیز۔ عالمی اور بین الاقوامی حالات جو ہیں' اولاد آدم علیہ السلام جہاں کہیں ہے' اسے اب پھر سے اتباع محمد رسول اللہ ﷺ کی ضرورت ہے۔ اولاد آدم علیہ السلام روئے زمین پر جہاں کہیں بھی ہے وہ راہ آدمیت سے اس طرح بھٹک چکی ہے کہ کوئی اور روشنی اسے واپس نہیں لاسکتی سوائے محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات ستودہ صفات کے اور سوائے اللہ کی کتاب کے' سوائے اللہ کے دین کے کوئی ایسی روشنی نہیں ہے جو اولاد آدم علیہ السلام کو واپس صراط مستقیم پر لاسکے۔ اور اللہ تو رب العلمین ہے سارے جہان کی ضرورتیں پوری کرنا اس کا کام ہے اور جہان ضرورت مند ہے آج پھر اس پیغام کا جو محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا اور اس دین کا جسے لیکر حضور اکرم ﷺ مبعوث ہوئے یہ الگ بات ہے کہ کون خوش نصیب ہیں وہ جن کی قسمت میں یہ کمال لکھ دیا گیا ہے۔ نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے یہ بات ارشاد فرمادی تھی اور حدیث کی کتابوں میں کتاب الجہاد میں باب غزوۃ الہند ہے۔ نبی علیہ الصلواۃ والسلام کی ایک حدیث پاک نسائی شریف میں کتاب الجہاد باب غزوۃ الہند میں موجود ہے فرمایا۔

حضرت ثوبانؓ جو نبی علیہ الصلواۃ والسلام کے آزاد کردہ غلام تھے وہ فرماتے ہیں قال رسول اللہ ﷺ کہ فرمایا نبی اکرم ﷺ نے عصبتان من امتی احرزھما اللہ من النار۔ میری امت کے دو لشکر ایسے ہیں' دو جماعتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ نے دوزخ کی آگ سے بری کر دیا یا رسول اللہ ﷺ کون سی دو جماعتیں فرمایا عصابته تفوذ الهند۔ ایک جماعت وہ جو الہند میں جہاد کرے گی۔ وعصابته تکون مع عیسیٰ علیہ السلام۔ اور دوسری جماعت وہ ہوگی جو جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے تو ان کے ساتھ مل کر جہاد کرے گی۔ فرمایا یہ دو جماعتیں ایسی ہیں جن پر اللہ نے دوزخ کی آگ حرام کر دی۔ الہند نام ہے بنگال سے لیکر کابل تک اور ہمالہ سے لیکر دکن تک کی سرزمین کا۔ یہ جو برصغیر تھا اسے الہند کہتے ہیں جب یہ تقسیم ہوا تو دو ملک بن گئے ایک پاکستان اور ایک بھارت۔ یہ جو بھارت والے خود کو الہند یا انڈیا کہتے ہیں تو یہ اس خیال سے کہتے ہیں کہ یہ تقسیم غلط ہے اور ہم ان دونوں حصوں کو یعنی بنگلہ دیش اور پاکستان کو پھر واپس اپنے میں شامل کر لیں گے۔ چونکہ الہند پاکستان' بھارت اور بنگلہ دیش تینوں مل کر الہند بنتا ہے اور نبی علیہ الصلواۃ والسلام فرما رہے ہیں کہ وہ جماعت جو الہند کے لئے جہاد کرے گی اللہ نے اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی۔ نبی کریم ﷺ کے تمام خدام اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ سب جنتی ہیں اور سب کے

جنتی ہونے کی بشارت قرآن میں موجود ہے اس کے باوجود حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے یہ اعزاز اصحاب بدر کو بخشا تھا کہ غزوہ بدر کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا اہل بدر آج کے بعد جو بھی کریں جنت ان پر واجب ہوگی اور جہنم ان پر حرام ہے او کما قال رسول اللہ ﷺ اور اس کے بعد دوسری اس جماعت کو بشارت دی جس کے ہاتھ پر ہند کی فتح مقدر ہے صرف پاکستان کی بات نہیں کر رہا الہند کی بات جو نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے ارشاد فرمائی اس کا مطلب ہے کہ پاکستان میں ہی صرف نفاذ اسلام نہیں ہوگا بلکہ یہ قوم اس وطن پر اسلام نافذ کرکے پوری سرزمین ہند پر اسلام نافذ کرے گی۔ پھر سے وہ بہاریں لوٹیں گی جنھوں نے ہمالہ سے راس کماری تک اور ہمالہ سے سرانڈیپ تک اذانیں سنیں اور کابل سے بنگالہ تک انہوں نے لوگوں کو نماز باجماعت ادا کرتے دیکھا پھر سے وہ بہاریں اس وطن پر لوٹیں گی اور اللہ کریم وہ توفیق پھر سے اپنے بندوں کو دے گا کہ اس سرزمین کو اللہ کے نام سے روشن کریں اور نبی علیہ الصلواۃ والسلام ان کے حق میں وہ بشارت دے رہے ہیں جو آپ ﷺ نے اہل بدر کے حق میں دی تھی کہ اس جہاد میں جو لوگ شریک ہوں گے ان پر اللہ نے دوزخ حرام کر دی ہے اور پھر ایک دوسری جماعت جو ان کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مل کر جہاد کرے گی پھر اس کے لئے بشارت دی حضور علیہ الصلواۃ والسلام نے۔ تین جماعتیں ایسی ہیں' ایک اصحاب بدر اور دو مذکورہ بالا جماعتیں جنہیں اللہ کے رسول ﷺ نے اتنی عظیم خوش خبری سنائی۔

اب ہماری باتوں کو' ہمارے سیاسی تجزیوں کو' ہمارے تبصروں کو جانے دیجئے ہم کیا ہماری بات کیا۔ ہم میں سے ہر ایک اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے اپنے دماغ سے سوچتا ہے ہماری نظریں بھی ناقص ہیں ہمارا شعور بھی ناقص ہے لیکن اس بات کو تو ماننا پڑے گا جو محمد رسول اللہ ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے فرما دی ہے۔ جو فرمایا نبی علیہ الصلواۃ والسلام نے وہ ہو کر رہا جس کے ہونے کا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ ہو کر رہے گا۔

ماینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔

آپ ﷺ کی باتیں آپ ﷺ کی اپنی مرضی سے نہیں ہوتیں بلکہ ارشادات باری ہوتے ہیں اور کلام الٰہی کی دو ہی قسمیں ہیں۔ وحی متلو' وہ وحی جس کی تلاوت کی جاتی ہے' وہ قرآن کریم ہے اور وحی غیر متلو' جس وحی کی تلاوت نہیں ہوتی وہ ارشادات محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جسے آپ حدیث رسول ﷺ کہتے ہیں۔ تو جب نبی علیہ الصلواۃ والسلام کے ارشادات اس پر شاہد ہیں تو یہ جہاد ہو کے رہے گا ہر لمحہ اس قوم کو اس فیصلے کے قریب کر رہا ہے۔ جب یہ جہاد شروع ہوگا۔ دعا یہ کریں کہ اللہ کریم ہماری خطائیں معاف کرے اور ہمیں ان لوگوں میں شامل کرے جو نفاذ اسلام کے لئے میدان عمل میں اتریں۔ آمین۔

ڈیلی یارن
چلڈرن میگزین فیصل آباد
بچوں کی ادبی تاریخ کا واحد میگزین جس کا ہر شمارہ خاص نمبر ہوگا
قیمت صرف 5 روپے ۔ سالانہ خریداری 50 روپے
انشاءاللہ جنوری 1999ء سے اشاعت کا آغاز
پہلا شمارہ … نمبر ہوگا
قلمکار موضوع کی مناسبت سے کہانیاں
مضامین، نظمیں اور اقتباسات جلد ارسال کریں
لکھنے والوں کو اعزازیہ بھی دیا جائے گا
خط و کتابت
دفتر ڈیلی یارن کمرہ نمبر 8 گیلری نمبر 2 ریکس سٹی ستیانہ روڈ فیصل آباد
فون : 732254 فیکس : 727002

ایڈیٹر کی ڈاک

مکرمی و محترمی

ماہ ستمبر 98ء کا شمارہ پڑھا۔ دل کی گہرائیوں سے المرشد کیلئے دعا نکلی کہ اللہ تعالیٰ اس جریدے کو قائم رکھے۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے "المرشد" سے جوڑے رکھے۔ علم و حکمت اور دنیا کی حقیقت کے عنوان سے دو تحریریں بھیج رہا ہوں۔ قابل اشاعت ہوں تو شائع کر دیں۔

اسلم منہاس آزاد کشمیر

المرشد ستمبر کا شمارہ پڑھنے کا اتفاق ہوا قاضی غیاث الدین جانباز کا کالم اور رانا احمد نواز گوجرہ کا مضمون بہت پسند آیا۔ میرا تعلق شعبہ صحافت سے ہے۔ الاخوان کے آرٹیکل بھی وقتاً فوقتاً شائع کرتا رہتا ہوں۔ المرشد کی تمام ٹیم کو معیاری جریدے پر بہت مبارکباد

محمد اختر ضیاء، تونسہ شریف

اگست کے شمارہ میں مضمون "حدی" میں دی گئی آیات پارہ 28 رکوع 8 کی آیات ہیں جبکہ مضمون میں ان کا حوالہ کاتب کی غلطی سے غلط چھپ گیا ہے۔ آیات کا ترجمہ ان کے نیچے ضرور لکھا کریں۔

پروفیسر (ر) علی صفدر ملک

ستمبر کا شمارہ خوبصورت ٹائیٹل کے ساتھ ملا۔ مضمون بھی زیادہ اور خوب تھے "ذکر الٰہی" کے عنوان سے ایک نظم بھیج رہا ہوں۔

رفاقت ملک گوجرانوالہ

کسی ساتھی نے بغیر نام لکھے ایک ہی ورق پر دو نظمیں بھیجی ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ اپنا نام پتہ ضرور لکھا کریں۔ (ادارہ)

بے نام

خیریت مطلوب، جلسہ کی روداد "سبز پرچم پہ قربان" بھیج رہا ہوں شامل اشاعت فرمائیں۔ موچی دروازہ میں ایک عظیم الشان کامیاب جلسہ پر مبارکباد

حافظ محمد عتیق الرحمٰن ٹوبہ

محمد یعقوب قسمانی صاحب ڈیرہ غازی خان نے مضمون "ایک غلط فہمی اور اس کے ازالے کی ضرورت" کے عنوان سے بھیجا ہے۔

"کچھ ہونے والا ہے" کے عنوان سے کھاریاں میں نفاذ شریعت کانفرنس کے لئے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی کوششوں کی روئیداد بھجوائی ہے۔

محمد اکرم۔ گجرات

مغفرت

اٹک جماعت کے پرانے ساتھی عبدالرؤف کی خوشدامن اللہ کو پیاری ہو گئی ہیں۔

صوبیدار اللہ رکھا کی اہلیہ رسالہ نمبر 12 فیصل آباد میں وفات پا گئیں ہیں

عنایت علی کی اہلیہ ساکن چک 80' نظام پور نزد شاہ کوٹ میں وفات پا گئیں ہیں

پروفیسر محمد افضل آف کانوانوالی نزد شاہ کوٹ کے تایا جان وفات پا گئے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

سب ساتھیوں سے مغفرت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

"کیا اس زندگی کے بعد بھی ایک اور زندگی ہے"

"کیا اس دنیا کے بعد ایک اور دنیا ہے' جہاں ہمیشہ کی زندگی ہے... لاکھوں' کروڑوں' اربوں' پدموں برس نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ؟ کبھی نہ ختم ہونے والی لامتناہی؟۔

"اگر ایسا ہے اور اصل زندگی وہ ہے جو فنا کے بعد شروع ہوگی تو پھر اس حیات کا قرینہ کیا ہونا چاہئے' جو آدمی اس خاک داں میں گزارتا ہے"

ذہن سوچتا رہا' سوچتا رہا اور الجھتا رہا۔

اوائل فروری کی رات معمول سے زیادہ سرد تھی اور اس ٹھنڈ کا مقابلہ کرنے کے لئے لباس کافی نہ تھا۔ خیال کا سرا جڑتا اور پھر ٹوٹ جاتا۔ گرمی تکلیف پہنچاتی ہے لیکن ٹھنڈ تو نوچتی رہتی ہے' توانائی کو نگلتی رہتی ہے۔

خیال کا دھاگہ' پھر سے استوار ہو گیا۔

زندگی کی ساری تگ ودو کا حاصل کیا ہے؟ جسمانی ضرورتوں کی تکمیل؟ آسائش' قوت اور اقتدار؟ یا اخروی زندگی کی تیاری؟

کتنی ہی دیر تک اس چھوٹے سے تمبو تلے میں اس شخص کا انتظار کرتا رہا' جس کے بارے میں لوگوں نے کہا تھا کہ وہ ان سوالوں کا مطمئن کرنے والا جواب دیتا ہے بخدا رات کے دوسرے پہر' اتنی ٹھنڈ میں' میں ایک سیاسی لیڈر کا دو منٹ بھی انتظار نہ کرتا۔ اس مختصر سے مجمع میں جو دوسرے لوگ تھے' شاید ان کی اکثریت بھی نہ کرتی' سیاستدانوں کے پاس اب ہمارے لئے کیا رکھا ہے۔ وہ تو ایسے معالج ہیں جو خود اپنے درد کا درماں بھی نہیں کر سکتے۔

آخر کار وہ طویل قامت نمودار ہوا۔ کمال اعتماد لیکن کمال سادگی۔ میں نے اپنے آپ سے کہا ممکن ہے وہ سوال کا شافی جواب نہ دے سکے لیکن دنیا میں ایسے لوگ کم ہیں۔ ایسے لوگ جو اتنی قبولیت اور قوت کے باوجود اتنا انکسار اختیار کر سکیں پھر اس نے کتاب سے چند آیات پڑھیں اور تشریح کا آغاز کیا۔ وہ کتاب کہ پہاڑوں پر اتاری جاتی تو وہ خوف سے لرزنے اور کانپنے لگتے۔

آدمی کو کیا ہو گیا کہ وہ اس کتاب عظیم سے نور نہیں مانگتا اور اپنے دل کا دروازہ نہیں کھولتا اے آدم زاد تجھے کس چیز نے اپنے مہربان رب کے بارے میں دھوکے میں مبتلا کر رکھا ہے۔

ہوا کے دوش پہ آواز ڈوبتی ابھرتی رہی اور خیالات کے ریلے آتے گزرتے رہے۔ مایوسی اور مسرت' امید اور ملال اور جب وہ گفتگو ختم کر چکا تھا تو میں نے محسوس کیا کہ اس نے ہر شخص کے لئے ایک چھوٹا سا دیا جلا دیا۔ ہر شخص کے حصے کا دیا اس کے ہاتھ میں تھما دیا ہے اب یہ اس کی قسمت کہ اسے جلائے رکھے یا بے رحم ہوا کے تھپیڑوں میں بجھ جانے دے۔ چراغ سے محرومی بدقسمتی نہیں ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ چراغ سحر سے پہلے بجھ جائے۔ اس دیا جلانے والے آدمی کا نام ملک محمد اکرم اعوان ہے اور لوگ اسے مولانا اکرم اعوان کہتے ہیں۔ پھر ایک شخص سامنے کی نشست پر ڈٹ گیا اس نے اعتراضات اور سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ آپ نے ملاقات کا وعدہ کیا اور پورا نہ کیا۔ آپ خود کو کیا سمجھتے ہیں؟ عالم دین؟ روحانی پیشوا؟ سیاسی لیڈر؟ کیا آپ خود نمائی میں مبتلا نہیں؟۔

ہر مجلس میں شائستگی کا ایک الگ معیار ہوتا ہے اس آدمی کا لہجہ اس معیار کے مطابق نہیں تھا جو ڈاکٹروں' انجینئروں' اساتذہ اور طالب علموں کی مجلس کو زیبا ہوتا۔ وہ اخبار نویسوں کی طرح بحث کر رہا تھا۔ یہ اسلوب تو پریس کانفرنس میں اختیار کیا جاتا ہے اکسا کر' اعتراض کر کے غصہ دلا کر تضاد کو آشکار کرنا' لیکن اس ناخوش آدمی کے لہجے نے مجھے جگا دیا' جیسے ٹھنڈی ہوا جگاتی ہے اور ذہن بیدار ہو جاتا ہے۔۔۔۔ ذہن بیدار ہو جاتا ہے اور سوال کرتا ہے سوال کرنا ہی لازم ہے۔

ناتمام' بشکریہ "روزنامہ اساس" مورخہ 98-4-4

برہمی کی لہر نمودار ہوئی اور گزر گئی۔۔۔۔ میں نے خود سے کہا' یہ آدمی تو سب سے زیادہ ضروری کام کر رہا ہے۔ سوال سچائی کی منزل کا راستہ ہے اور زاد راہ بھی۔ کیسا اچھا زاد راہ۔ پندرہ سو سال ایک عرب خطیب نے کہا تھا یہ آدمی کی ڈھال ہے۔

تو میں نے سوچا۔ اس آدمی کے امتحان کا وقت آپہنچا' جو ایک رہنما ہے' عالم دین ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ راہ سلوک کا ایک مسافر ہے۔ وہ مسافر جن کا سفر کبھی ختم نہیں ہوتا۔ جو ہمیشہ امتحان میں رہتے ہیں۔ آدمی نہیں کھلتا' برسوں میں نہیں کھلتا لیکن برہمی کی ایک ساعت میں کھل جاتا ہے' جیسے کٹھالی میں سونا بول اٹھتا ہے۔۔۔۔ کھرا یا کھوٹا۔

اور جب اس نے جواب دینا شروع کیا تو دیکھنے والے' غور کرنے والے مبہوت رہ گئے' اشتعال میں تین ہی رویے وقوع پذیر ہوتے ہیں آدمی بجھ جاتا ہے بھڑک اٹھتا ہے یا سلگتا رہتا ہے لیکن وہ استوار تھا' جیسے اس پر اعتراض ہی نہ ہوا ہو' اس پر الزام ہی نہ لگا ہو جیسے سوال اس سے تھا ہی نہیں' کسی اور سے تھا۔

اس کے لہجے میں اطمینان تھا۔ اس کی ذات درمیان میں تھی ہی نہیں مجھے اقبال یاد آئے' سید ابوالاعلیٰؒ یاد آئے' ابو الکلامؒ یاد آئے' شاہ جی' سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ یاد آئے۔ میرے مالک' ان پر رحم کر اور ان کی قبروں کو نور سے بھر دے۔ جنہوں نے چراغ جلائے اور طوفان میں تھامے رکھے اور اے میرے مالک ان پر بھی رحم کر جو سمجھ ہی نہ پائے' جنہوں نے غور نہ کیا اور اعتراض کرتے رہے۔ اس وقت جب نور بٹ رہا تھا' وہ تاریکی میں کھڑے رہے۔ ثابت قدمی سے کھڑے رہے اور اصرار کرتے رہے۔

وہ ہمیشہ درست نہیں تھے۔ ہمیشہ تو وہی سچے تھے' جنہیں قادر مطلق کی رحمت نے چن لیا اور جن پر وحی اترتی تھی۔ لیکن وہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے سچائی سے محبت کی اور اس کے لئے عمر بھر کا ایثار کیا۔ راہ سلوک کے اس روشن چراغ سید علی ہجویریؒ کے استاد نے ان سے یہ کہا تھا "یہ دنیا ایک دن کی ہے "اور" ہم نے اس کا روزہ رکھ لیا ہے" ۔۔۔۔ اللہ اللہ کیسے لوگ تھے اور کیا مرتبے پائے۔ کیسا چراغ تھا' جس سے انہوں نے اپنے دیئے روشن کئے اور زندگی بھر روشن رکھے۔

ملک صاحب سے ملاقات کے لئے میں نے لاہور کا سفر کیا۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ ان پر نکہت و نور کا در کیسے کھلا۔ میں نے دیکھا کہ طویل قامت مطمئن آدمی کے چہرے پر نرمی سوا ہو گئی اس نے گزرے ہوئے مہ و سال کی آمادگی کے ساتھ یاد کیا لیکن حکایت دراز نہ کی۔

وہ تہمد پہننے والا ایک دیہاتی آدمی تھا' جس نے اس دہقان کو نظر بھر کے دیکھا اور ملک محمد اکرم اعوان بنا دیا۔ سبحان اللہ' کیسا آدمی ہوگا؟ **نہیں کہ یہ محض ایک نظر اور ایک دن کی بات نہ تھی' نصف صدی کا** قصہ ہے اور اخبار نویس کے بس میں نہیں یہ دریا کالم کے کوزے میں بند کردے۔ تاریکی کی حکایت لکھ ڈالنا سہل ہے۔ روشنی کو بیان کرنا بہت مشکل ہے شاید ناممکن ہے۔ جب نور کا دریا بہتا ہو تو آدمی گنگ ہو جاتا ہے۔

مگر ایک بات.... ہر چراغ ابو قاسم علیہ السلام کے چراغ سے جلایا جاتا ہے۔۔۔۔ ﷺ ﷺ

CPL # 3

MONTHLY

AL-MURSHED

اسرار التنزیل

قرآن مجید کو بہتر طور پر سمجھنے کے لئے

مولانا محمد اکرم اعوان کی اچھوتے اور منفرد انداز میں

لکھی ہوئی عام فہم اور دلچسپ تفسیر "اسرار التنزیل

مکمل ہو چکی ہے جو دس جلدوں پر مشتمل ہیں۔

آرٹ پیپر پر مجلد اور آفسٹ پیپر پر عام مجلد دستیاب ہے۔

اویسیہ کتب خانہ

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

AWAISIA SOCIETY,

COLLEGE ROAD TOWNSHIP

LAHORE. PH : 5180467